ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

11

www.tanzeem.org

5 تا 11 جمادی الثانی 1437ھ / 15 تا 21 مارچ 2016ء

اس شمارے میں

خلافت اور جمہوریت

انسان سرکشی پر کیوں اُتر آتا ہے؟

عشق تمام مصطفیٰ ﷺ، عقل تمام بولہب

قومی عزت وناموس اور ذلت ورسوائی

ناموسِ رسالت ﷺ اور تحفظِ نسواں بل

عورت کی تعلیم: قرآن وحدیث کی روشنی میں

روشن خیال تہذیب کا نقطۂ کمال

ناموسِ رسالتؐ کے جانثار ہم سب کے ہیرو

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

تین فتنے

حضور ﷺ کی امت کو تین فتنوں سے شدید نقصان پہنچا ہے: پہلا مسلمان نام کی ان حکومتوں کا فتنہ جنھوں نے حضور ﷺ کی سنت اور اسلامی آئین کی پابندی سے انحراف کر کے حریت، مساوات، اخوت، مشاورت، عدل وانصاف اور کفالت عامہ جیسی قدروں کو پامال کیا اور امت کو زوال اور انتشار کی پستیوں میں دھکیل دیا۔ دوسرا فرقہ ومسلک پرستی اور نسلی تعصّبات کا فتنہ، جس نے اُمت کے اندرونی اتحاد کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا۔ تیسرا دین کے اس عوامی تصور کا فتنہ جو انفرادیت کو جماعتی زندگی پر فوقیت دیتا ہے، فروعات اور مستحبات کو فرائض وواجبات پر مقدم ٹھہراتا ہے، جس میں فریضہ اقامت دین کا کوئی تصور نہیں اور جس نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور اس کا سیاست سے رشتہ ختم کر دیا۔

انہی تین فتنوں کے باعث امت کو ماضی میں چرکے سہنے پڑے اور یہی وہ فتنے ہیں جن کی وجہ سے آج کفر وشرک کی عالمی طاقتیں امت پر مسلط ہیں اور امت اپنی سیاسی اور اقتصادی آزادی کھو چکی ہے۔

اب امت کا مسئلہ یہ نہیں کہ لوگ اپنے اپنے مسالک چھوڑ کر حنفی یا اہل حدیث بن جائیں بلکہ اس کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام فرقے باہم متفق ہو کر امت کے اندرونی اتحاد کو مضبوط بنائیں، اس کی امامت کے عالمی منصب کی بحالی کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کریں اور حضور ﷺ کی جامع سنت کے اتباع...... اقامت دین یا اسلامی نظام کے قیام...... کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کا ہدف بنائیں۔

عالمگیر اُمت اور فرقہ بندی

محمد نواز

الھدیٰ (697)

ڈاکٹر اسرار احمد

حضور ﷺ کا سب سے بڑا علمی معجزہ

سورۃ بنی اسرائیل ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ آیات: 105 تا 107

وَبِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰہُ وَبِالۡحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرۡاٰنًا فَرَقۡنٰہُ لِتَقۡرَاَہٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکۡثٍ وَّنَزَّلۡنٰہُ تَنۡزِیۡلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلۡ اٰمِنُوۡا بِہٖۤ اَوۡ لَا تُؤۡمِنُوۡا ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِہٖۤ اِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ یَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾

آیت ۱۰۵ ﴿وَبِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰہُ وَبِالۡحَقِّ نَزَلَ ؕ﴾ ''اور اس (قرآن) کو ہم نے حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور یہ حق کے ساتھ نازل ہوا ہے۔''

یہاں ''حق'' کا لفظ خصوصی اہمیت کا حامل ہے اور اس لفظ کی معنوی تاثیر کو واضح کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اسے دونوں دفعہ خاص طور پر زور دے کر اور واضح کر کے پڑھا جائے۔ اس آیت کا انداز بالکل وہی ہے جو سورۃ الطارق کی ان آیات میں پایا جاتا ہے: ﴿اِنَّہٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ ﴿۱۳﴾ وَّمَا ہُوَ بِالۡہَزۡلِ ﴿۱۴﴾﴾ ''یقیناً یہ (قرآن) قولِ فیصل ہے اور یہ کوئی ہنسی مذاق نہیں ہے''۔ اس مفہوم کی وضاحت ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث نبویؐ میں ملتی ہے: ((اِنَّ اللّٰہَ یَرۡفَعُ بِھٰذَا الۡکِتَابِ اَقۡوَامًا وَیَضَعُ بِہٖ آخَرِیۡنَ)) (صحیح مسلم) ''یقیناً اللہ اس کتاب کی بدولت کئی قوموں کو اٹھائے گا اور کئی دوسری قوموں کو گرائے گا''۔ چنانچہ قرآن کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عروج بخشا اور جب ہم اس کے تارک ہوئے تو اسی جرم کی پاداش میں ہمیں زمین پر پٹخ دیا گیا:

خوار از مہجوریٔ قرآں شدی شکوہ سنج گردشِ دوراں شدی
اے چوں شبنم بر زمیں افتندۂ در بغل داری کتابِ زندۂ (اقبال)

﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا ﴿۱۰۵﴾﴾ ''اور (اے نبی ﷺ!) نہیں بھیجا ہم نے آپؐ کو مگر بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا۔''

آیت ۱۰۶ ﴿وَقُرۡاٰنًا فَرَقۡنٰہُ لِتَقۡرَاَہٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکۡثٍ﴾ ''اور قرآن کو ہم نے ٹکڑے ٹکڑے (کر کے نازل) کیا ہے' تاکہ آپؐ اسے لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر سنائیں۔''

﴿وَّنَزَّلۡنٰہُ تَنۡزِیۡلًا ﴿۱۰۶﴾﴾ ''اور ہم نے اس کو اُتارا ہے تھوڑا تھوڑا کر کے!''

قرآن کے مختلف احکام حالات کے عین مطابق مختلف مواقع پر نازل کیے جاتے رہے تاکہ جن آیات یا احکام کی جس وقت ضرورت ہو وہی لوگوں کو پڑھ کر سنائے جائیں۔

آیت ۱۰۷ ﴿قُلۡ اٰمِنُوۡا بِہٖۤ اَوۡ لَا تُؤۡمِنُوۡا ؕ﴾ ''آپ کہہ دیجیے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ!''

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِہٖۤ اِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ یَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾﴾ ''یقیناً وہ لوگ جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیا تھا جب یہ (قرآن) ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔''

فرمانِ نبویؐ

قرآن کی عظمت

عَنۡ اَبِیۡ سَعِیۡدٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((یَقُوۡلُ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی مَنۡ شَغَلَہُ الۡقُرۡاٰنُ عَنۡ ذِکۡرِیۡ وَمَسۡاَلَتِیۡ اَعۡطَیۡتُہٗ اَفۡضَلَ مَا اُعۡطِی السَّائِلِیۡنَ وَفَضۡلُ کَلَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی سَائِرِ الۡکَلَامِ کَفَضۡلِ اللّٰہِ عَلٰی خَلۡقِہٖ)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو قرآن نے مشغول رکھا میرے ذکر سے اور مجھ سے سوال اور دعا کرنے سے، میں اس کو اس سے افضل عطا کروں گا جو سائلوں اور دعا کرنے والوں کو عطا کرتا ہوں، اور دوسرے کلاموں کے مقابلہ میں اللہ کے کلام کو ویسی ہی عظمت و فضیلت حاصل ہے جیسی اپنی مخلوق کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کو۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ قرآن میں مشغول بندوں کو میں اس سے زیادہ اور اس سے بہتر دوں گا جو ذکر کرنے والے اور دعائیں مانگنے والوں کو دیتا ہوں۔ دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ اللہ کے کلام کو دوسرے کلاموں کے مقابلے میں ویسی ہی عظمت و فضیلت حاصل ہے جیسی کہ خود اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے مقابلہ میں، اور اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفتِ قائمہ ہے۔

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

5 تا 11 جمادی الثانی 1437ھ — جلد 25
15 تا 21 مارچ 2016ء — شمارہ 11

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلافت اور جمہوریت

دانشور پروفیسر فتح محمد ملک جو ایک ادیب اور نقاد ہونے کے علاوہ ماہر تعلیم اور ماہر اقبالیات سمجھے جاتے ہیں۔ دنیا اخبار کے سنڈے میگزین کو انٹرویو دیتے ہوئے اس طرح فرماتے ہیں: علامہ اقبال سے متاثر ہو کر جن دو لوگوں نے اقبال کی فکر کو آگے بڑھایا اُن میں ایک مولانا مودودی کی جماعت کے ناراض ساتھی ڈاکٹر اسرار احمدؒ ہیں۔ وہ بڑے جوش و جذبہ اور دیانت داری کے ساتھ اقبال کی فکر کے بعض پہلوؤں کو لے کر آگے بڑھے۔ مگر میری نظر میں اُن میں ایک خامی ہے، وہ جمہوریت کے نظام کو نہیں مانتے۔ یہ بات کہ اسلام میں خلافت ہے اور وہ خلافت دنیا کے تمام مسلم ممالک پر مسلط کر دینی چاہیے اور اقبال نے اسلام کا جو بنیادی جمہوری نظام تجویز کیا ہے، اُس کو ایک طرح سے اسلام سے خارج کر دینا اور کہہ دینا کہ اسلام کا سیاسی نظام خلافت ہے۔ جمہوریت نہیں، بالکل غلط ہے۔ ابھی اقبال کے کلام کو پوری طرح سمجھا نہیں گیا۔ سعودی عرب میں تو اقبال کے کلام کو کفریات کہتے ہیں۔ کیوں کہتے ہیں؟ اس لیے کہ جمہوریت کا وہ تصور جو خلفائے راشدین کے زمانے میں رائج تھا اُسے آج کے زمانے میں از سر نو رائج کیا جائے تو ایک ایسا جمہوری نظام سامنے آتا ہے جس میں مغرب کے سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کی خامیاں نہیں ہوں گی بلکہ ایک مثالی جمہوری نظام ہوگا۔

ہم ہرگز ہرگز یہ توقع نہ رکھتے تھے کہ فتح محمد ملک صاحب جیسے دانشور جن کی شہرت ماہر تعلیم اور ماہر اقبالیات کی حیثیت سے بھی ہے، وہ جمہوریت کو نظام قرار دیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ اور یورپ بلکہ اکثریتی دنیا میں آج سرمایہ دارانہ نظام رائج ہے۔ اس سرمایہ دارانہ نظام کی چھتری تلے جمہوریت کو بطور طرزِ حکومت اپنایا گیا ہے۔ مغرب میں رائج یہ جمہوریت کوئی نظام نہیں بلکہ محض ایک طرز حکومت ہے اور سرمایہ دارانہ نظام کا سیاسی جزو ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کے خالق یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ اس نظام میں معاشی تقسیم جن غیر مساویانہ بلکہ ظالمانہ بنیادوں پر قائم ہے اور جس طرح اس نظام میں سرمایہ داروں کی اقلیت اکثریتی عوام کا استحصال کرے گی۔ وہ دنیا کو کسی صورت قابل قبول نہیں ہوگا جب تک کہ اِس کے ساتھ ایک ایسا طرزِ حکومت نہ قائم کیا جائے جس سے ایک طرف تو عوام کو یہ تاثر ملے کہ وہ طاقت کا سرچشمہ ہیں اور دوسری طرف یہ طرزِ حکومت جابرانہ اور ظالمانہ سرمایہ دارانہ نظام کا تحفظ کرے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جمہوری طرزِ حکومت، زمانہ جاہلیت کے قبائلی طرز حکومت اور ملوکیتی طرزِ حکومت کی نسبت بہت بہتر اور اپنے اندر بہت سی اچھائیاں رکھتی ہے۔ گویا استحصالی سرمایہ دارانہ نظام جو حقیقت میں انتہائی بدصورت اور بدنما نظام ہے، اُسے جمہوری طرزِ حکومت کے میک اپ سے خوبصورت اور خوشنما بنانے کی ایک کوشش کی گئی ہے۔ سرمایہ داروں کی عیار اور چالباز اقلیت نے اس جمہوری طرز حکومت کو یرغمال بنایا ہوا ہے۔ وہ یوں کہ ظاہری طور پر عوام حکومت بنانے کے لیے اپنے نمائندوں کو پارلیمنٹ میں بھیجتے ہیں لیکن اولاً تو انتخابات کے عمل کو اتنا مہنگا کر دیا گیا ہے کہ سرمایہ دار ہی اسمبلی میں جائے گا یا سرمایہ داروں کا چنیدہ ایسا آدمی جو خود کو سرمایہ دارانہ نظام کا رکھوالا ثابت کرنے کا پابند ہو۔ عوام کی ذہن سازی بھی اُس میڈیا کے سپرد ہے جس پر صد فی صد سرمایہ داروں کا قبضہ ہے۔ یہ میڈیا سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید ثابت کرنے کا ماہر ہے۔ عوام ملکی اور بین الاقوامی حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے اسی میڈیا کے محتاج ہیں۔ لہٰذا کروڑوں کی آبادی رکھنے والے ان ممالک کے عوام اُس تصویر کو درست تسلیم کرنے پر مجبور ہیں جسے میڈیا نے اپنے آقاؤں کے مفاد میں کھینچا ہے۔ ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ بحیثیت مجموعی جمہوری طرز حکومت جو نظری طور پر اچھائیوں اور برائیوں کا مجموعہ ہے، عملی طور پر استحصالی نظام کو تحفظ دے کر

انسانوں کی عظیم اکثریت کو خاموش اور سر کی آنکھوں سے نظر نہ آنے والی غلامی میں بری طرح جکڑ چکا ہے۔ یہ دعویٰ کہ اسلام میں جمہوریت ہے‘ خلافت نہیں قرآن و سنت کی تعلیمات سے مکمل طور پر نابلد ہونے کا نتیجہ ہے۔ مغربی جمہوریت کا سیدھا سادا مطلب یہ ہے کہ اسمبلی کی سادہ اکثریت جو بھی فیصلہ کرے وہ قانون ہوگا اور سب کو اس کا احترام ہی نہیں کرنا ہوگا بلکہ اپنے آپ کو اس کا پابند بھی بنانا ہوگا۔ یہ بات نہ صرف خلافِ اسلام ہے بلکہ تمام آسمانی مذاہب کی ضد ہے۔ تمام مذاہب انسانوں کو اُن کی حدود کار بتاتے ہیں۔ انسان اُنہیں پھلانگ نہیں سکتا۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ اپنی آخری کتاب قرآن حکیم میں جو اُس نے اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر نازل فرمائی تھی، اُس میں فرماتا ہے: ﴿اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً﴾ (البقرہ:30) ’’میں نے دنیا میں انسان کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔‘‘ خلیفہ حکمران نہیں ہوتا اُسے نیابت کرنا ہے۔ وہ وائسرائے تو شاید کہلا سکتا ہے حاکم مطلق نہیں بن سکتا۔ وہ جس کا خلیفہ ہے اُس کی نافذ کردہ پابندیوں کو قبول کرکے اور اُن کو بنیاد بنا کر اپنی آزادی کو استعمال کر سکتا ہے۔ آج سے پندرہ سو سال پہلے قرآن و سنت کی بنیاد پر جو اجتماعی نظام تشکیل پایا وہ اُن لوگوں پر مشتمل تھا جو حقیقت میں اللہ کے بندے تھے اور زمین میں اُس کی نیابت کا حق ادا کر رہے تھے۔ اُس نظام کو نظامِ خلافت کے سوا اور کیا نام دیا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت میں جو انسانی آزادی، جدوجہد کے مساوی مواقع اور عدلیہ کی آزادی کے دعوے کیے جاتے ہیں وہ یقیناً قابلِ قدر ہیں، لیکن یہ سب کچھ اپنی بہترین شکل میں اور انتہائی خوبصورتی کے ساتھ خلافت راشدہ کے دور میں اور بعد ازاں بھی ایک طویل عرصہ تک نعمت غیر مترقبہ کے طور پر اسلامی ریاست کے شہریوں کو حاصل رہے۔ یورپ نے جس طرح سائنس، ادب، ریاضی اور میڈیکل کے شعبہ میں غرناطہ کی لائبریریوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور ان علوم میں مزید پیش رفت کرکے دنیا پر اپنا عسکری کنٹرول قائم کیا، اسی طرح سیاسی میدان میں مسلمانوں کے اولین دور کی کسی قدر نقالی کرکے جمہوریت میں مشاورت‘ انتظامیہ کے شکنجہ سے آزاد عدلیہ اور عوام کو یکساں مواقع فراہم کرنا وغیرہ شامل کیا۔ تاریخ کی گواہی یہ ہے کہ نظام خلافت آج سے پندرہ سو سال پہلے قائم ہوا جبکہ جمہوریت اڑھائی سو سال پہلے ایک طرزِ حکومت کے طور پر اپنایا گیا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اسلام میں خلافت نہیں، جمہوریت ہے تاریخ کا منکر ہونا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کے خالقوں نے اسلام کی بعض حق پر مبنی باتوں کو جمہوری طرزِ حکومت کا حصہ اس لیے بنایا تاکہ باطل پر پردہ ڈالا جا سکے۔ لیکن نقل کو اصل سے بہتر ثابت کرنے کی کوششیں قابلِ مذمت ہیں۔

اقبال سیاسی نظام کے حوالہ سے کھلا ذہن رکھنے کے باوجود مغربی جمہوریت کو جس طرح لتاڑتے ہیں اُس حوالہ سے قارئین کی خدمت میں اس وقت اُن کے صرف دو اشعار پیش کرنا کفایت کریں گے:

(1) ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود نگر

(2) دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

حقیقت یہ ہے کہ مغرب کے حوالہ سے ہماری مرعوبیت جب اپنی انتہا کو پہنچتی ہے اور فکر و عمل کو متاثر کرتی ہے تو ہماری بینائی اس قدر متاثر ہو جاتی ہے کہ ہمیں سیاہ سفید اور سفید سیاہ دکھائی دینے لگتا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے خطباتِ خلافت جو ’’خلافت کی حقیقت اور عصر حاضر میں اُس کا نظام‘‘ کے عنوان سے کتابی شکل میں دستیاب ہیں یا اُن کی کتاب ’’منہج انقلاب نبویؐ‘‘ کے مطالعہ کے بعد بھی کوئی اگر یہ کہے کہ فکرِ اسرار سے تشدد پسند تنظیم کو غذا حاصل ہوئی ہے تو اس سے بڑا جھوٹ زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے شاید نہ بولا گیا ہو۔ ڈاکٹر صاحب بار بار مکی دور کی مثال دیتے ہیں جب مسلمانوں نے قریش کے ہر قسم کے تشدد کے باوجود اپنے ہاتھ باندھے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب مسلمانانِ پاکستان سے کہتے ہیں کہ وہ اسلامی انقلاب کے حوالہ سے مکی دور میں ہیں لہٰذا عدم تشدد اُن کی جدوجہد کی اہم ترین شرط ہونا چاہیے۔ وہ مدنی دور کے حوالہ سے بھی ارتقائے زمانہ اور مسلمان بمقابل مسلمان ہونے کی وجہ سے جنگ و جدل کی بجائے سیاسی جدوجہد پر زور دیتے ہیں اور موجودہ دور کے احتجاجی طریقہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ جدید دانشوروں سے ہماری دست بستہ گزارش یہ ہے کہ اگرچہ اس حقیقت سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مغرب کو سائنس اور ٹیکنالوجی کی وجہ سے اس وقت عالم اسلام پر بالادستی حاصل ہے۔ مختلف نوعیت کی قدرتی معدنیات پر قابض ہونے کے باوجود مسلمان معاشی لحاظ سے بھی انتہائی پسماندہ ہیں۔ عسکری لحاظ سے بھی مسلمان دنیا کے ہر کونے میں پے در پے شکستیں کھا رہے ہیں، لیکن اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اپنی تاریخ کو مسخ کرنے پر بھی تیار ہو جائیں۔ ہم اس پسماندگی کو دور کرنے کی بجائے اسے اپنا مقدر سمجھ لیں۔ ہم سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ سمجھنے پر خود کو تیار کر لیں۔ امریکہ اور یورپ آج اگر نظام خلافت کے دشمن ہیں تو اُس کی صرف اور صرف وجہ یہ ہے کہ وہ اس کو اتحادِ اُمت کی بنیاد سمجھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ماضی میں مسلمانوں کی ترقی کا زینہ بھی یہی نظام خلافت تھا، آج بھی اور مستقبل میں بھی اس زینہ کے سہارے وہ دنیوی طور پر بلند مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ لہٰذا خلافت کے نام کو بدنام کرنے کی سازشیں کی جا رہی ہیں۔ وائٹ ہاؤس اور پینٹاگون کی فیکٹریاں خلافت کے نام پر نئی پُرتشدد تنظیم پیدا کر رہی ہیں اور اُن سے ایسی انسانیت سوز اور غیر شرعی حرکات کا ارتکاب کروا رہی ہیں جن سے انسانیت شرمندہ ہو رہی ہے تاکہ اسلام اور نظام خلافت بدنام ہو جائے۔ محبت کا پیغام دینے والا یہ دین اسلام جو صرف میدان جنگ میں ریاستی سرپرستی میں جہاد و قتال کا قائل ہے اور عام لوگوں کو گردنیں اڑانے کی اجازت نہیں دیتا۔ خاص طور پر مسلمان تو مسلمان کو قتل کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے مسلمان پر مسلمان کے جان و مال کو حرام کیا ہے۔ حقیقی اسلام کے مطابق مسلمان کی جان کی حرمت خانہ کعبہ کی حرمت سے بڑھ کر ہے۔ لہٰذا ہماری دانشوروں سے دست بستہ گزارش یہ ہے کہ وہ مغرب کے پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر خود کو بُرا بھلا کہنے کی بجائے اُمت کی اصلاح کی کوشش کریں تاکہ وہ پھر سے اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکے اور اللہ کرے کہ ہمیں یہ بات سمجھ آ جائے کہ اللہ کے دین کو نافذ کیے بغیر یہ مقام حاصل کرنا ممکن نہیں۔ وما علینا الا البلاغ

انسان سرکشی پر کیوں اُتر آتا ہے؟

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی کے مشیر تربیتی امور چودھری رحمت اللہ بٹر کے 26 فروری 2016ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب: حافظ محمد زاہد

ابھی میں نے آپ کے سامنے سورۃ العلق کی تین اور سورۃ القیامہ کی دو آیات تلاوت کی ہیں۔ سورۃ العلق کی آیت 6،7 میں اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۝٦ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝٧﴾ ''ہرگز نہیں، انسان سرکشی پر آمادہ ہو ہی جاتا ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو مستغنی دیکھتا ہے''۔ یہ دنیا اخلاقی لحاظ سے ناقص ہے اور یہاں اخلاقی نتائج نہیں نکلتے اسی لیے انسان حد سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ انسان دیکھتا ہے کہ میں نے جھوٹ بولا ہے تو زبان پر چھالا نہیں پڑا، میں نے کسی کا مال کھایا ہے تو پیٹ میں کوئی درد نہیں اٹھا، میں نے کسی پر ظلم کیا ہے تو ہاتھ شل ہی نہیں ہوا۔ یہ چیز اسے سرکشی کی طرف لے جاتی ہے اور پھر وہ آگے بڑھ کر لوگوں کے حقوق پر ڈاکے ڈالتا ہے۔

انسان کو حد میں رکھنے والی ایک ہی چیز ہے اور وہ آخرت کا یقین ہے: ﴿اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝٨﴾ ''یقیناً تجھے اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے''۔ گویا آخرت اور اللہ کے سامنے پیشی اور حساب و کتاب کا یقین ہی انسان کو سیدھا رکھنے والی شے ہے، وگرنہ ایمان باللہ صرف گفتگو کی حد تک رہ جائے گا اور رسول اللہ ﷺ کی صرف شان بیان کی جا رہی ہوگی، لیکن اتباع نہیں ہوگا۔

سورۃ القیامہ کی ابتدائی آیت میں قیامت کے حوالے سے تین قسم کے لوگوں کے تصورات کی نفی کی گئی ہے:

پہلا گروہ قریش مکہ کا ہے جن کی اکثریت کا تصور یہ تھا کہ ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے، ہماری ہڈیاں بھی گل سڑ جائیں گی تو ہمیں کیسے دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔ ان کا یہ دعویٰ قرآن نے بایں الفاظ نقل کیا ہے: ﴿اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ۝٣٥ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۝٣٦﴾ (المؤمنون) ''کیا وہ تم سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم (پھر سے) نکال لیے جاؤ گے؟ ناممکن! بالکل ناممکن ہے یہ بات، جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے!''

دوسرا گروہ دہریہ کا ہے جن کا نظریہ یہ تھا کہ یہ زندگی اور موت اصل میں زمانے کی گردش ہے جو چلی آ رہی ہے۔ کچھ عناصر کا مل جانا زندگی اور ان کا بکھر جانا موت بن جاتا ہے۔ یہ ان کو بڑا بعید لگتا تھا کہ ایک دفعہ مر کھپ جانے کے بعد کیسے ہمیں دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔ قرآن مجید نے یہ تصور یوں بیان کیا: ﴿وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝٢٤﴾ (الجاثیۃ) ''وہ کہتے ہیں کہ نہیں ہے (کوئی اور زندگی) سوائے ہماری دنیا کی زندگی کے، ہم خود ہی مرتے ہیں اور خود ہی جیتے ہیں۔ اور ہمیں نہیں ہلاک کرتا مگر زمانہ حالانکہ ان کے پاس (اس بارے میں) کوئی علم نہیں ہے، وہ تو صرف ظن سے کام لے رہے ہیں۔''

تیسرا گروہ اُن لوگوں کا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس دنیوی زندگی میں بہت سی نعمتوں یعنی مال و دولت اور اقتدار سے نوازا ہے۔ ایسے لوگ بھی آخرت کو بھول جاتے ہیں اور رسولوں کی مخالفت میں پیش پیش بھی یہی گروہ ہوتا تھا۔ قرآن مجید نے یہ تصور بایں الفاظ بیان کیا ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝٣٤ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝٣٥﴾ (سبا) ''اور ہم نے نہیں بھیجا کسی بھی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا مگر (ہمیشہ ایسا ہوا کہ) اُس کے آسودہ حال لوگوں نے کہا کہ جو چیز آپ دے کر بھیجے گئے ہیں ہم اُس کے منکر ہیں۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم اموال اور اولاد میں بڑھ کر ہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا''۔ یعنی ہمارے اندر کوئی خوبی، کوئی صلاحیت ہے جس کی وجہ سے ہم نوازے گئے ہیں اور اگر آخرت ہوگی تو بھی وہاں ہمیں اس سے بہتر ملے گا۔

سورۃ القیامہ کی پہلی آیت میں ''لَآ'' فرما کر بتا دیا گیا کہ ان تینوں گروہوں کے خیالات غلط ہیں اور قیامت کا وقوع پذیر ہونا بالکل یقینی ہے۔ ﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝١﴾ ''نہیں! میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی''۔ ذرا سوچیے کہ اگر قیامت نہ ہو، جزا سزا نہ ہو تو پھر تو یہ دنیا اندھیر نگری چوپٹ راج ہے۔ اس لیے کہ جن کے ہاتھ میں اقتدار ہے، وہ عیاشیاں کرتے ہیں اور جو اللہ کو ماننے والے ہیں اور حلال حرام کی تمیز کر رہے ہیں انہیں سوکھی روٹی کھانا پڑتی ہے۔ اس صورت حال میں اگر قیامت نہ ہو تو پوری کائنات اور اس کا نظام بے مقصد قرار پائے گا۔ گویا اس پوری کائنات کو حق ثابت کرنے والی شے قیامت ہے اور وہ قیامت آ کر رہے گی۔

سورۃ القیامہ کی دوسری آیت میں ان لوگوں کی نفی کی گئی ہے جو یہ تو مانتے ہیں کہ آخرت ہے، جزا سزا بھی ہے، حساب کتاب بھی ہے، لیکن اس کے ساتھ اُن کا یہ بھی ماننا تھا کہ اس حوالے سے ہمارا معاملہ علیحدہ ہے اور ہم بخشے بخشائے ہیں۔ یعنی یہ لوگ آخرت سے بے خوف ہیں۔

آخرت سے بے خوف ہونے والوں کے بھی تین گروہ ہیں جنہیں قرآن نے بیان کیا ہے۔ پہلا گروہ یہود کا ہے جو کہا کرتے تھے کہ ہم تو نبیوں کی اولاد ہیں اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹوں کی مانند ہیں۔ لہٰذا اوّل تو

ہمیں کوئی سزا نہیں ملے گی اور اگر ملے گی بھی تو صرف چند روز کے لیے ہوگی اور وہ بھی ہمارے کرتوتوں کی وجہ سے نہیں‘ بلکہ اس لیے کہ ہمارے بڑوں سے غلطی ہوگئی تھی کہ انہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا تھا‘ وگرنہ ہم تو بخشے بخشائے ہیں۔ قرآن مجید نے ان کے اس تصور کی نفی بایں انداز کی کہ اُن سے پوچھا گیا:﴿ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ﴾ ’’(اگر ایسا ہے تو) پھر وہ تمہیں عذاب کیوں دیتا رہا ہے تمہارے گناہوں کی پاداش میں؟‘‘ یعنی اگر تم اتنے ہی چہیتے ہو تو پھر دنیا میں تم پر اتنے عذاب کیوں آتے رہے ہیں۔ پہلے بخت نصر نے تمہارے چھ لاکھ افراد کو قتل کیا‘ چھ لاکھ کو قیدی بنالیا‘ تمہارا ہیکل اوّل بھی شہید کر دیا۔ پھر آشوریوں نے تمہاری سلطنت اسرائیل کو روند ڈالا۔ پھر یونانیوں کے ہاتھوں تمہارا استحصال ہوا۔ پھر رومیوں نے تمہارے اوپر ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑے اور رومن جنرل طیطس نے تمہارا دوسرا ہیکل بھی مسمار کر دیا۔ کیا ایسے ہی لاڈلے ہوتے ہیں اللہ کے؟ کیا اللہ اتنا ہی لاچار اور عاجز ہے کہ اپنے لاڈلوں کو ذلت و خواری اور ظلم وستم سے بچا نہیں سکتا؟ ——﴿بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ﴾ (المائدۃ:18) ’’(نہیں) بلکہ تم بھی انسان ہو جیسے دوسرے انسان اس نے پیدا کیے ہیں۔ وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے۔‘‘

اس حوالے سے میں کہا کرتا ہوں کہ اگر بچنے کے لیے نبیوں کی اولاد میں ہونا کافی ہوتا تو بتایئے کہ پھر کون سا انسان ہے جو نبی کی اولاد میں سے نہیں ہے؟ اس لیے کہ ہم سارے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں جو اللہ کے پہلے نبی تھے۔ چنانچہ ایسی کسی تمیز کو اللہ تعالیٰ نہیں مانتا اور حقیت یہ ہے کہ قیامت کے دن نسل کی بنیاد پر معاملہ نہیں ہوگا‘ بلکہ وہاں پر اپنا عمل اور اپنا کردار ہی کام آئے گا۔

دوسرا گروہ اُن لوگوں کا ہے جو کہتے ہیں کہ ہم فلاں نبی کے اُمتی ہیں اور اس کا اللہ کے ہاں بہت اونچا مقام ہے اور وہ ہمیں بخشوالیں گے۔ اس تصور کو ماننے والوں میں سرفہرست عیسائی ہیں جنہوں نے یہ عقیدہ بنالیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں جو (نعوذ باللہ) سولی چڑھ کے سب کے گناہوں کی قربانی دے گئے۔ اب جو اس عقیدے کو مانیں گے‘ وہ بخشے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پورے یورپ اور پوری عیسائی دنیا میں آخرت کی کوئی فکر نہیں ہے۔ جو کچھ بھی وہ کر رہے ہیں‘ دنیا کو سامنے رکھ کر کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے خود گڑھ لیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو شفاعت کا اختیار ہوگا اور وہ ہمیں بخشوالیں گے۔

قرآن مجید اس تصور کی مکمل طور پر نفی کرتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ وہاں کسی کو کوئی اختیار نہیں ہوگا کہ وہ اپنی مرضی سے کسی کے لیے کوئی سفارش بھی کر سکے:﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٣﴾﴾ (الزمر) ’’کیا انہوں نے اللہ کے سوا کوئی سفارشی بنا رکھے ہیں؟ (اے نبی ﷺ!) آپ ان سے کہیے اگرچہ انہیں سرے سے کوئی اختیار ہی نہ ہو اور نہ ہی انہیں کچھ سمجھ ہو (پھر بھی وہ تمہاری شفاعت کریں گے)؟‘‘ یہاں شفاعت کی مکمل طور پر نفی کی گئی ہے‘ البتہ بعض مقامات پر شفاعت کا اثبات ہے لیکن وہ دو شرطوں کے ساتھ ہے:﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾﴾ (طٰہٰ) ’’اس دن کوئی شفاعت ہرگز مفید نہیں ہو گی مگر جس کے لیے رحمٰن نے اجازت دی ہو‘ اور اس کے لیے اس نے بات پسند کی ہو‘‘۔ اس ضمن میں یہ بھی یاد رکھیے کہ یہ سفارش صرف اس لیے کرائی جائے گی تاکہ اُن کا رتبہ اور اُن کا مقام لوگوں کے سامنے آئے کہ دیکھو ان کی سفارش پر میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں، وگرنہ اللہ جانتا ہے کہ کون لائق ہے اور کون نہیں ہے۔

یہاں یہ بھی یاد رکھیے کہ جائز سفارش کے لیے دو چیزیں کام کرتی ہیں: ایک تو آپ جس کی سفارش کرتے ہیں وہ اہلیت رکھتا ہو اور دوسرا جس کے پاس آپ سفارش کر رہے ہیں‘ وہ اسے جانتا نہ ہو اور آپ جا کر

پریس ریلیز 11 مارچ 2016ء

کراچی کو پاکستان کے سر کی حیثیت حاصل ہے اور ہمیں اپنے سر کی مکمل حفاظت کرنا ہوگی

ایم کیو ایم کے خلاف ’’را‘‘ سے فنڈنگ حاصل کرنے کے الزام کی غیر جانبدارانہ انکوائری ہونی چاہیے

حافظ عاکف سعید

کراچی کو پاکستان کے سر کی حیثیت حاصل ہے اور ہمیں اپنے سر کی مکمل حفاظت کرنا ہوگی۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ کراچی پاکستان کا تجارتی حب ہے۔ کراچی سے حاصل ہونے والا ریونیو باقی تمام پاکستان کے ریونیو سے زیادہ ہوتا ہے علاوہ ازیں کراچی پاکستان کی اولین اور سب سے بڑی بندرگاہ ہے اور پاکستان کا دنیا سے رابطہ زیادہ تر براستہ کراچی ہوتا ہے لہٰذا دشمن کی خواہش ہے کہ وہ کراچی میں حالات کو بدترین سطح پر پہنچا کر پاکستان پر کاری ضرب لگائے۔ اُنہوں نے کہا کہ رینجرز نے کراچی میں دہشت گردی اور دوسرے جرائم ختم کرنے کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں جس سے کراچی کا امن کافی حد تک بحال ہوا ہے لیکن اسٹیبلشمنٹ کو کسی جماعت کی سیاسی حیثیت کو تبدیل کرنے کی کوئی کوشش نہیں کرنا چاہیے ماضی میں بھی ایسی کوششیں ناکام ہو چکی ہیں۔ البتہ ایم کیو ایم کے خلاف ’’را‘‘ سے فنڈنگ حاصل کرنے کے الزام کی غیر جانبدارانہ انکوائری ہونی چاہیے اور اگر یہ درست ثابت ہو تو ملوث افراد کو عبرتناک سزا دینا چاہیے۔ دوسری صورت میں ایم کیو ایم کا میڈیا ٹرائل بند کیا جائے۔ حافظ عاکف سعید نے ان خبروں پر سخت تشویش کا اظہار کیا کہ مصر کی پارلیمنٹ ایک ایسا قانونی ڈرافٹ تیار کر رہی ہے جس سے خواتین پر دفاتر، پبلک مقامات اور ہسپتال وغیرہ میں نقاب اوڑھنے کی پابندی ہوگی۔ اُنہوں نے کہا کہ کسی اسلامی ملک میں شریعت سے متصادم احکامات کا نفاذ انتہائی شرمناک ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر یہ نیا قانون نافذ ہوگیا تو یہ دین اسلام سے صریح بغاوت اور سیکولرازم کی بدترین صورت کو اختیار کرنے کے مترادف ہوگا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

اسے اس کے بارے میں بتائیں کہ اس میں یہ یہ صلاحیتیں ہیں۔ یہ جائز سفارش ہے' لیکن کیا اللہ کے ہاں یہ سفارش چلے گی؟ کیا وہاں کوئی یہ کہنے کی جرأت کرے گا کہ اللہ عزوجل تو نہیں جانتا' یہ بندہ تو بہت اچھا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہاں کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوگی اس لیے جہاں بھی قرآن مجید میں شفاعت کا اقرار ہے وہاں اللہ کے علم کا لازماً ذکر ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ناجائز سفارش کے لیے سب سے پہلے رشتہ داری کام آتی ہے اور پھر دوستی یاری۔ دوست بھی ایک دوسرے کی بات اس لیے مانتے ہیں کہ کل مجھے کوئی کام ہوگا تو یہ بھی میرا کام کرے گا۔ جہاں یہ دونوں نہ چلیں وہاں پیسہ کام آتا ہے۔ اللہ کے دربار میں ان میں سے کوئی سفارش بھی نہیں چلے گی اس لیے کہ اس کی رشتہ داری تو کہیں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ اس کا تو نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ بھائی' نہ بیوی اور نہ کوئی اور رشتہ دار۔ اس کے دوست ہیں' لیکن دوستی کسی کمزوری کی بنیاد پر نہیں ہے کہ آج اس کی نہ مانی تو کل کو یہ میرے کام نہیں آئے گا اور وہاں پیسہ بھی کام نہیں آئے گا۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آخری آیت میں ان تینوں چیزوں کی نفی کی گئی: ﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۝۱۱۱﴾ "اور کہہ دیجیے کہ کُل حمد اور کُل شکر اللہ ہی کے لیے ہے جس نے نہیں بنائی کوئی اولاد اور نہیں ہے اس کا کوئی شریک بادشاہی میں اور نہ ہی اس کا کوئی دوست ہے کمزوری کی وجہ سے اور اُس کی تکبیر کرو جیسے کہ تکبیر کرنے کا حق ہے"۔ چنانچہ وہاں کسی کا کوئی اختیار نہیں ہوگا اور نہ کوئی اس کے اذن کے بغیر سفارش کر سکے گا۔

قیامت سے بے خوف ہونے والوں کا تیسرا گروہ یہ تصور رکھتا ہے کہ اللہ غفور رحیم ہے تو وہ ہمیں بخش دے گا۔ ع "سو سو گناہ کیے تیری رحمت کے زور پہ"۔ اس تصور کو عام طور پر قوال پروان چڑھاتے ہیں اور قوالی میں ایسا نکتہ بیان کرتے ہیں کہ سننے والا مطمئن ہو جاتا ہے کہ خیر ہے' اس نے بخش ہی دینا ہے۔ سورۃ الانفطار میں اس تصور کی مکمل طور پر نفی کی گئی ہے۔ فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝۶ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝۷ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ ۝۸﴾

"اے انسان! تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا ہے اپنے ربِّ کریم کے بارے میں۔ جس نے تمہیں تخلیق کیا' پھر تمہارے نوک پلک سنوارے' پھر تمہارے اندر اعتدال پیدا کیا۔ پھر جس شکل میں اُس نے چاہا تجھے ترکیب دے دیا۔"

اللہ نے جو صلاحیتیں تمہیں دی ہیں' جن کی بنیاد پر تم اکڑ جاتے ہو۔ اگر جزا و سزا کا معاملہ نہ ہو تو پھر یہ صلاحیتیں دینا تو بے کار ٹھہرا۔

﴿كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝۹ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝۱۰ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝۱۱ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝۱۲ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝۱۳ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝۱۴ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝۱۵ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَاۗىِٕبِيْنَ ۝۱۶﴾

"ہرگز نہیں! بلکہ اصل میں تم جزا و سزا کا انکار کر رہے ہو۔ حالانکہ تم پر نگران (فرشتے) مقرر ہیں جو بڑے باعزت لکھنے والے ہیں۔ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کر رہے ہو۔ یقیناً نیکوکار بندے نعمتوں میں ہوں گے۔ اور یقیناً فاسق و فاجر جہنم میں ہوں گے۔ داخل ہوں گے اس میں جزا و سزا کے فیصلے کے دن۔ اور وہ اس سے کہیں غائب نہیں ہو سکیں گے۔"

ہمیں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ محشر کا دن ہوگا' نبی اکرم ﷺ اپنی امت کے ساتھ کھڑے ہوں گے' اِدھر سے اللہ رب العزت آئیں گے اور حضور اکرم ﷺ ان کے ساتھ معانقہ کریں گے۔ (نعوذ باللہ) اور ہمیں چپکے سے اشارہ کریں گے کہ نکل جاؤ اور ہم نکل جائیں گے۔ ان آیات میں اس تصور کی بھی مکمل طور پر نفی کی گئی ہے کہ اس دن کوئی کہیں غائب نہیں ہو سکے گا۔

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۱۷ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۱۸ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَـيْــــًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۝۱۹﴾

"اور کیا تمہیں کچھ معلوم ہے کہ روزِ جزا کیا ہے؟ پھر کیا تمہیں کچھ اندازہ ہوا ہے کہ روزِ جزا کیا ہے؟ جس روز کسی جان کو کسی دوسری جان کے لیے کوئی اختیار حاصل نہیں ہوگا' اور امر کُل کا کُل اس دن اللہ ہی کے ہاتھ میں ہوگا۔"

اُس دن سارا کا سارا اختیار اللہ کے پاس ہوگا اور کسی کو کسی پر کوئی اختیار نہیں ہوگا۔ وگرنہ اس دن بھی دھاندلی ہو جائے تو پوری کائنات باطل ہو کر رہ جائے گی' اس کا کوئی مقصد ہی نہیں رہے گا۔ اور اللہ نے اسے حق کے ساتھ پیدا کیا ہے' باطل پیدا نہیں کیا۔ اس لیے قرآن مجید میں اس دن کے بارے میں بار بار آیا ہے: ﴿وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝۴۹﴾ (الکہف) "اور وہ پائیں گے جو عمل بھی انہوں نے کیا ہوگا اُسے موجود۔ اور آپ کا رب ظلم نہیں کرے گا کسی پر بھی۔"

بہرحال یہ وہ غلط تصورات اور خیالات ہیں جن کی سورۃ القیامہ کی دوسری آیت میں نفی کی گئی ہے: ﴿وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝۲﴾ "اور نہیں! میں قسم کھاتا ہوں نفس لوامہ کی"۔ اللہ نے ہمارے اندر ایک پیمانہ رکھا ہوا ہے اور جب بھی آپ اپنے حق سے بڑھ کر لیتے ہیں تو وہ اندر سے اسی وقت کہہ دیتا ہے کہ یہ تمہارا نہیں ہے' تم دوسروں کا مال کھا رہے ہو۔ اسی طرح جب بھی ڈیوٹی میں کوتاہی کرتے ہو تو وہ اسی وقت آگاہ کر دیتا ہے کہ تم کام نہیں کر رہے ہو اور معاوضہ لے رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر یہ پیمانہ رکھا ہوا ہے۔ سورۃ الشمس میں اس حوالے سے فرمایا: ﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸﴾ "اور قسم ہے نفس انسانی کی اور جیسا کہ اس کو سنوارا۔ پس اس کے اندر نیکی اور بدی کا علم الہام کر دیا"۔ جب بھی انسان حرام کھاتا ہے تو اپنے اندر کے ضمیر کو Ignore کر کے جانتے بوجھتے کھاتا ہے۔ اس لیے سورۃ القیامہ کی زیر مطالعہ آیت میں فرمایا کہ وہاں پر تمہیں پیش ہونا ہوگا' تمہارا حساب ہو کر رہے گا اور ہم تمہارے نفس کو ہی تمہارے تمام اعمال و افعال پر گواہ ٹھہراتے ہیں جس کا ہم نے تمہارے اندر بندوبست کیا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ صحیح معنوں میں ہمیں ان چیزوں کو سامنے رکھ کر زندگی گزارنے کی توفیق دے کہ (1) بعث بعد الموت یقینی اور برحق ہے' (2) اللہ کے حضور پیشی لازمی ہوگی' (3) ہمارے اعمال و افعال کا حساب کتاب ہو کر رہے گا' (4) وہاں بچنے کا دارومدار نسب و نسل سے تعلق رکھنے یا کسی نبی کے اُمتی ہونے پر نہیں ہوگا' بلکہ وہاں سارا دارومدار اعمال پر ہوگا' (5) اللہ غفور رحیم ہے' لیکن وہ ساتھ ہی انتقام لینے والا بھی ہے اور وہ مجرموں سے انتقام لے کر چھوڑے گا' ورنہ تو یہ ساری کائنات کا نظام باطل قرار پائے گا۔

اللہ تعالیٰ قرآن و سنت کے مطابق ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

عشق تمام مصطفیٰ ﷺ، عقل تمام بولہب

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پاکستان نے یہ دن بھی دیکھنے تھے؟ ہر آنے والا دن پشت بمنزل بگٹٹ، بے لگام غلامی کی منزلوں پہ منزلیں مارتا دوڑا چلا جا رہا ہے۔ ابھی تحفظِ خواتین بل ہی سے بھر نہ پائے تھے کہ پوری قوم کی شرمساری کا سامان لیے شرمین عبید چلی آئی۔ قوم کی عزت بیچ کر آسکر ایوارڈ کمانے پر حکمرانوں کی شاباش کو ہر ذی شعور نے حیرت سے پھٹی آنکھوں سے دیکھا! خواتین کی ذلت و بربادی کی لامتناہی داستانیں جو مغرب کے چپے چپے پر بکھری ہیں انہیں چھوڑ کر خاندانوں کے تحفظ میں پلتی ذی عزت و وقار مسلمان عورت کی بدنامی کا یہ سامان؟ حیف صد حیف! اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ شرمین نے اپنے چچا گوگل ہی سے اعداد و شمار مغرب کی عورت کی کسمپرسی کے پوچھ لیے ہوتے تو چودہ طبق روشن کرنے کو کافی ہوتے۔ مغرب میں ٹوٹے برباد گھر، رُلی پٹی عورت، نہ ماں باپ کا آسرا، نہ شوہر نما کوئی مرد، نہ چچا نہ ماموں، نہ خالہ نہ پھوپھی، اندر گھٹ گھٹ کر سسکتا ممتا کا جذبہ کتے، بلیوں چوہوں، چھپکلیوں کی نذر! جب شام سے دربدر لوگ یورپ پہنچے تو خبروں کے مطابق اس میں بشار الاسدی فوج کے بھگوڑے بھی تھے۔ وہاں راتوں کو نیم عریاں یورپی عورتیں مٹرگشت کرتی دیکھیں تو انہیں فاحشہ عورتیں سمجھ کر بے تکلفی دکھا دی۔ مصیبت کھڑی ہوگئی کیوں کہ یہ رُلی کھلی تو مغرب کی شریف زادیاں تھیں! یہ تو دیگ کا ایک دانہ ہے۔ ایسی کہانیاں تو گلی گلی موجود ہیں!

نجانے پاکستان کے شریفوں کو کیا ہوا۔ تین شریفوں کی موجودگی میں ملک کی شناخت، نظریے کی تباہی کی ہر روز نئی داستان رقم ہو رہی ہے۔ تحفظ خواتین بل کو شہباز شریف نے قائد کے وژن کے مطابق قرار دیا ہے۔ حالانکہ ہم نے تو تقاریر، بیانات میں محمد علی جناح کو کٹر اسلام پسند پایا۔ دجالی کانی وژن سے تو ان کا دور دور کوئی تعلق نہ تھا۔ ان کی آخری عمر قرآن، سیرت ﷺ اور سیدنا عمر فاروق ؓ کو بہ اہتمام پڑھتے گزری۔ جو کچھ اس وقت ملک میں جاری و ساری ہے اس پر سیدنا عمر ؓ ہوتے تو کوڑے برسا دیتے! غلامانہ دیوانگی، وارفتگی کی ساری حدیں توڑی جا رہی ہیں۔ اللہ نے قرآن میں ہم سے پوچھا ہے: کیا ہم نے اسے دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے؟ اور (نیکی اور بدی کے) دونوں نمایاں راستے اسے (نہیں) دکھا دیئے (البلد: 8 تا 10) اللہ نے تو دو آنکھیں دی تھیں مگر وژن قائدانہ تو کیا ہوتی کانی بھینگی ہو کر آسکر ایوارڈ اور مغربی بہکی بھٹکی معاشرت کے مت مارے قوانین میں جا اٹکی۔ زبان اور ہونٹ دیئے تو اللہ نے تھے مگر ڈالر کی دنیا پر دل آ گیا۔ کرسی پر بیٹھنے کی دیر تھی کہ۔

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی
انہی کی محفل سجا رہا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی!

اللہ نے راستے تو دونوں نیکی بدی، دنیا آخرت، رحمان شیطان کے واضح کر دیئے تھے۔ مگر کیا کیجیے! برادرانِ گرامی شریف و دیگر ذی مقتدران امریکی کمبل سے جا لپٹے۔ طویل المدت شراکت داری پر پاکستان اور امریکہ کا اتفاق۔ یہ شہ سرخی جو تازہ ترین ہے سارے راز کھولے دے رہی ہے۔ شراکت داری میں ہمارے تعاون کا یہ عالم ہے کہ ہم نے وہ کچھ کر دکھایا جس پر اکڑفوں جان کیری حیرت آمیز سرخوشی میں بیانات جاری کرتا ہے۔ قرآن نے پول کھولا تھا کہ یہود و نصاریٰ ہرگز تم سے راضی نہیں ہوں گے جب تک تم ان کے طریقے پر نہ چلنے لگو (البقرہ: 120)۔ یعنی ان کے رنگ ڈھنگ اختیار نہ کر لو (آسکر ایوارڈ، عورت کو گھر سے نکال کر بل بورڈ، شیلٹر، ریمپ برائے کیٹ ڈاگ واک) دین کے ساتھ تم بھی وہی معاملہ نہ کرنے لگو جو یہ خود کرتے ہیں (لبرل ازم، سیکولرازم) انہی گمراہیوں میں مبتلا نہ ہو جاؤ جن میں یہ مبتلا ہیں۔ (توہینِ انبیاءؑ و رسل، اخلاقی گراوٹ) سو اندازہ کیجیے کہ کیری نے اپنی رضا کا پروانہ تھما دیا ہے!

امریکی، مغربی وارفتگی میں تازہ ترین حصہ عاشقِ رسول ﷺ ممتاز قادریؒ کو پھانسی دینے کا ہے۔ گستاخ رسول ﷺ آسیہ بی بی سے صرف نظر کرنے والے، قاتل ریمنڈ ڈیوس کو بچانے والے، اہانت کے ہر مرتکب کے پشت پناہوں، محافظوں نے محافظِ حرمتِ رسول ﷺ کے لیے فیصلہ صادر کرنے اور عملدرآمد میں جو پھرتی دکھائی وہ پورے ملک کو ششدر کر گئی۔ 9/11 سے آج تک حالیہ صلیبی جنگ اور اہانتِ رسول ﷺ و توہین شعائرِ اسلام مسلسل ساتھ ساتھ چلے ہیں۔ تا آنکہ پوری دنیا کو رواداری، برداشت، باہمی افہام و تفہیم کی کہانیاں سنانے والے مغرب نے گستاخ رسول ﷺ چارلی کی آواز میں آواز ملائی۔ پوری دنیا کے قائدین نے یہ کہا، آئی ایم چارلی (میں بھی گستاخ چارلی ہوں)۔ ہمارے قائد وژن حکمرانوں نے ممتاز قادری پر پھانسی لاگو کر کے ببانگ دہل یہی پکار لگائی ہے۔ ایک طرف چارلی قطار اندر قطار ہیں۔ تو دوسری طرف قادری! میڈیا نے چارلی ہونا پسند کیا۔ گڑھے میں پھنسے گدھے کی بریکنگ نیوز دینے والا میڈیا گونگے کا گڑ کھا کر بیٹھا رہا۔ یوم فحش عاشقی (ویلنٹائن) پر پورا دن شرمناک رپورٹنگ کرنے والا میڈیا ملک بھر سے اُمڈنے والے عشقِ رسول ﷺ کے سیل پر اندھا گونگا بہرا بنا رہا۔ شرمین عبید کی بریکنگ نیوز سے دھیان بٹانے کا کام لیا گیا۔ پاکیزہ ملک کو (میرِ عرب ﷺ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے) اہانتِ رسول ﷺ کے تپتے پیاسے صحراؤں میں دھکیل دیا گیا۔ پیمرا نے چارلی بن کر دھمکایا: سنسنی خیزی نہ پھیلائی جائے۔ جنازے کی کوریج سے روک دیا۔ اُدھر منظر یہ تھا کہ ملک بھر سے عاشقانِ رسول ﷺ چل پڑے۔ ان کا خوف پھیلانے والے منہ دیکھتے رہ گئے۔ الٹی پڑ گئیں سب تدبیریں۔ لیاقت باغ نے تاریخی جلسے جلوس مظاہرے دیکھے مگر عشقِ رسول ﷺ میں بھیگے دل، بہتی آنکھیں، درود بہ لب بے مثل نظم و ضبط کا ایسا منظر کہاں دیکھا ہوگا۔ پرویز رشید کو تو جوتوں کا منہ دیکھنا پڑا (ایئرپورٹ پر ناراض مظاہرین کے ہاتھوں)۔ 30 سالہ ممتاز، ممتاز ترین ہو گیا۔

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصلِ حیات، موت ہے اس پر حرام!

اور پھر پھانسی کا پھندا لے کر عشق اور بھی تابناک ہو گیا!

عشق کی مستی سے ہے پیکرِ گل تابناک! جسے دیکھ کر پورا لیاقت باغ، شہر راولپنڈی کا منظر یہ تھا کہ دل میں صلوٰۃ و درود لب پہ صلوٰۃ و درود۔ یہ معجزہ نہیں تو کیا ہے کہ جس قوم سے 78 ٹی وی چینلوں نے حیا، غیرت، عشقِ خدا

ورسول ﷺ نکال پھینکنے کا ہر جتن کر ڈالا، ایک چھینٹا خونِ شہادت کا پڑنے کی دیر تھی کہ مردے زندہ ہوگئے! شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے! اس جذبے کی گہرائی، گیرائی کا یہ عالم ہے کہ یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔ شہادت کی خبر ملتے ہی زیرِ لب امام حنبلؒ کا یہ قول رواں ہوگیا تھا: بینی و بینکم یوم الجنائز۔ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ موت کے دن جنازے کی کیفیت سے ہوگا! شایانِ شان جنازہ دراصل قوم کی زندگی موت کا بھی فیصلہ کرنے کو تھا۔ بلیک آؤٹ کرنے والوں کو اپنے بلیک آؤٹ ہونے کے لالے پڑ گئے! میڈیا کے منہ پر قوم نے ایک خاموش طمانچہ جڑ دیا۔

جنگ یرموک میں ایک نوجوان مجاہد کے شوق شہادت اور نبی پاک ﷺ کی زیارت کے لیے بے تابی کے واقعے کو اقبال نے نظم کیا ہے۔ امیر لشکر سے (رومیوں/عیسائیوں سے برسرِ جہاد) اجازت لیتے ہوئے کہتا ہے، بہ زبانِ ممتاز:

اے بوعبیدہؓ! رخصتِ پیکار دے مجھے
لبریز ہو گیا مرے صبر و سکوں کا جام
بے تاب ہو رہا ہوں فراقِ رسول ﷺ میں
اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام
جاتا ہوں میں حضور رسالت پناہ ﷺ میں
لے جاؤں گا خوشی سے اگر ہو کوئی پیام

اور ہم عاصیوں کی دنیا کا حال جا کر حضور رسالت پناہ ﷺ ممتاز ترین شہید نے کیا سنایا ہوگا؟ بہ زبانِ حالی اس کے سوا کیا کہ......

امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے!
کر حق سے دعا امتِ مرحوم کے حق میں
خطرے میں بہت جس کا جہاز آ کے گھرا ہے
تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
ہاں ایک دعا تیری کہ مقبولِ خدا ہے!

لبرل ازم کا خمار توڑنے کو جنازے کا خاموش پیغام کافی ہونا چاہیے۔ پتھر پھینک کر لہریں گن رہے تھے یہ۔ سو لاکھوں لہریں گن لی ہوں گی۔ یہ وقت ہے ایک مضبوط دوٹوک مؤقف کا۔ گروہی، مسلکی، جماعتی تنازعات بالائے طاق رکھ کر اتاترک فارمولے آزمانے پر کمربستہ حکمرانوں کو کماحقہ باور کروانا ہوگا: یہ پاکستان ہے۔ جس کی ولدیت (بقول ڈاکٹر اسرارؒ) اسلام ہے۔ مٹھی بھر ڈالر پسند طبقے کے ہاتھوں اسے لبرل ازم کی بھینٹ نہیں چڑھایا جا سکتا۔ نوجوان نسل اور عورت کے حوالے سے کیے جانے والے خلافِ قرآن و سنت، خلاف آئین اقدامات ٹھنڈے پیٹوں قبول نہیں کیے جا سکتے۔ جذباتی، دیوانی قوم ہے۔ اگر اٹھ گئی تو ساری لبرل ازم سیکولرازم ہوا ہو جائے گی! کہاں اسیرِ زلف و رخسار بنائے جانے کی مہمات...... کہاں ممتاز عشق رسالت مآب ﷺ جو حیاتِ جاوداں سے ہمکنار کردے۔ ہم نے اللہ سے جنگ مول لے رکھی ہے۔ قرآن سود خوری پر اللہ رسول ﷺ کی طرف سے اعلانِ جنگ سناتا ہے۔ اللہ کے ولیوں سے دشمنی پر حدیث میں اعلانِ جنگ ہے۔ ممتاز قادری، جید علماء، اہل دین کا قتل اور ان سے دشمنی کر کے ہم یہ جنگ چھیڑے بیٹھے ہیں۔ اللّٰھم احفظنا! ☆☆☆☆☆☆☆☆

فکر وطن

قومی عزت وناموس اور ذلت ورسوائی

اوریا مقبول جان

بحیثیت قوم یہ میری ذلت و رسوائی کا پہلا موقع نہیں کہ جس میں میرے ہی کسی ہم وطن نے غیروں کے ایماء پر اس قوم میں پائے جانے والی خرابی کو عالمی سطح پر اچھالا ہو، لیکن میری اس ذلت و رسوائی پر اس دفعہ مہر تصدیق ثبت کرنے کے لیے وزیراعظم ہاؤس کے دروازے کھول دیے گئے۔

جس شخص کو اس قوم نے تین دفعہ منتخب کیا، اس نواز شریف نے بمعہ اہل خانہ اس ڈاکومنٹری فلم کو دیکھا اور پھر ویسی ہی گفتگو کی جیسی واشنگٹن، لندن یا پیرس میں بیٹھا کوئی شخص میرے ملک کے بارے میں کرتا ہے۔ اس لیے کہ وہاں کے لوگوں کو اسی طرح کی ڈاکومنٹریاں دکھا دکھا کر یہ ذہن نشین کرایا جاتا ہے کہ اول تو مسلمان ایک جاہل، اجڈ، گنوار، بدتہذیب اور ظالم قوم ہے اور دوم یہ کہ پاکستانی تو ان معاملات میں درجہ کمال رکھتے ہیں۔ یہ وہ تصور ہے جو میڈیا کے ذریعے لوگوں کے ذہنوں میں راسخ کیا جاتا ہے۔

یہ میڈیا صرف خبر، کالم یا تبصرے تک محدود نہیں بلکہ فلم، ڈراما، اسٹیج، کارٹون اور ڈاکومنٹری جیسی اصناف تک پھیلا ہوا ہے۔ اخبار کی خبر، کالم یا تبصرے کے بارے میں لوگوں کا عمومی تاثر یہ ابھرتا ہے کہ یہ ایک خبر ہے، ایک واقعہ ہے جو کسی ملک کے کسی شہر میں ہوگیا ہے۔ ایسے چند ایک واقعات بار بار ہو جائیں تو تبصرے کا موضوع بن جاتے ہیں۔ لیکن کسی فلم یا ڈرامے کا تو کمال یہ ہے کہ آدمی اس میں گم ہو جاتا ہے۔

وہ ان کرداروں میں پوری قوم، قبیلے یا برادری کو سوچنے لگتا ہے۔ اگر مسجد سے نماز پڑھ کر نکلنے والے، داڑھی اور ماتھے پر محراب والے شخص کو دکان میں ملاوٹ کرتے، بیوی کو مارتے، بچوں سے ظالموں کی طرح سلوک کرتے دکھایا جاتا ہے تو تین گھنٹے مسلسل اس کردار کو دیکھ کر افراد جو تاثر لے کر اٹھتے ہیں وہ یہی ہوتا ہے کہ اسی شکل وصورت اور اس طرح کے مذہبی لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔

لیکن ڈاکومنٹری فلم ایک انتہائی خطرناک میڈیم ہے۔ فلم یا ڈراما میں تو لوگوں کو ذہن کے کسی گوشے میں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ یہ ایک کہانی ہے اور ہوسکتا ہے یہ کسی کی ذہنی اختراع ہو یا بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہو، لیکن ڈاکومنٹری کو تو حقیقت نگاری کی سند حاصل ہوتی ہے۔ ہر کوئی اسے اس یقین کے ساتھ دیکھ رہا ہوتا ہے کہ اس میں دکھایا گیا ایک ایک سین اصل ہے، اس کے کردار بھی حقیقی ہیں اور کہانی میں بھی تو ملاوٹ یا افسانہ نگاری شامل نہیں۔ پہاڑوں، دریاؤں، صحراؤں، پرندوں، جانوروں، آفتوں، طوفانوں اور اس طرح کی دیگر خوبصورتیوں یا فطرت کے واقعات پر مبنی ڈاکومنٹریاں تو بہت حد تک تعصب سے پاک ہوتی ہیں کہ وہاں نہ تو شیر کا کردار بگاڑنا

ہوتا ہے اور نہ ہی گیدڑ کو شیر ثابت کرنا، زلزلے یا آتش فشاں کے پھٹنے کو بھی اس کی ہولناکیاں دکھانے تک محدود رکھا جاسکتا ہے۔

لیکن اگر انسانوں کے بارے میں یا انسانوں کے ایک گروہ کے بارے میں ڈاکومنٹری بنانا مقصود ہو تو کسی ایک منفی کردار یا واقعے کو پوری قوم کی ذلت و رسوائی کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ کسی ایک چور، ڈاکو، دہشت گرد، قاتل یا غیرت کے نام پر قتل کرنے والے کی کہانی کو اس طرح فلمایا جاتا ہے جیسے یہ اس پوری قوم کا مزاج ہے۔ پھر اس میں جس طرح ذلیل کرنا مقصود ہوتا ہے، جس قسم کے افراد کو رسوا کرنے کی منصوبہ بندی ہوتی ان کے کردار کو مزید نکھار سنوار کر اور نوک پلک درست کر کے دکھایا جاتا ہے تاکہ نفرت کا سارا بہاؤ ان کی جانب موڑ دیا جائے۔

شرمین عبید چنائے کی خصوصیت یہی تکنیک ہے۔ کسی ایک برائی کا شکار ایک یا دو کرداروں کو منتخب کیا جائے۔ ان کی زندگیوں پر مرتب اثرات کو نمک مرچ لگا کر دکھایا جائے اور پھر ڈاکومنٹری میں یہ تاثر عام کیا جائے کہ پورے پاکستان میں ہر گلی کوچے میں یہی ظلم روا رکھا جاتا ہے۔

جب آپ مسلمان یا پاکستان کو اس طرح بدنام کریں تو آسکر ایوارڈ آپ کے ہاتھ میں تھمایا جائے، آپ سے چند جملے سنے جائیں اور پھر تالیوں کی گونج میں رخصت کیا جائے اور پوری دنیا میں اس تقریب کو دیکھنے والے یہ تاثر لے کر اٹھیں کہ پاکستان غیرت کے نام پر قتل کے سوا اور کسی چیز کے لیے مشہور نہیں۔ لیکن اس دفعہ تو آسکر سے پہلے یہ عظیم فریضہ اور اس مملکت خداداد پاکستان کی ذلت و رسوائی کا بندوبست ہمارے محبوب وزیر اعظم نے وزیر اعظم ہاؤس میں سرانجام دیا۔

کیا غیرت کے نام پر قتل صرف پاکستان میں ہوتا ہے۔ کیا عورت صرف پاکستان میں مظلوم ہے یا پھر کیا پاکستان میں صرف عورت مظلوم ہے۔ کس قدر شاندار طریقے اور الفاظ کے ہیر پھیر سے یورپ اور امریکا نے اپنے ہاں ہونے والے عورتوں کے قتل کو خوبصورت نام دے کر چھپایا ہے۔ پاکستان میں اگر کوئی بھائی یا باپ اپنی بہن یا بیٹی کو قتل کر دے تو اسے غیرت کے نام پر قتل کہا جاتا ہے اور اسے ایک طرح کا بدترین ظلم قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ یورپ اور امریکا میں عورتیں اپنے سابقہ شوہروں یا سابقہ بوائے فرینڈز کے ہاتھوں قتل ہوتی ہیں اس لیے اس ظلم یا جرم کو جذباتی جرم یعنی Crime of Passion کہا جاتا ہے۔

پاکستان میں شرمین عبید کی ڈاکومنٹری میں دکھائے گئے اعداد و شمار کے مطابق تقریباً ایک ہزار عورتیں سالانہ ایسے قتل کی جاتی ہیں جس کی تصدیق اعداد و شمار سے شاید نہ ہو سکے۔ لیکن چلو مان لیتے ہیں۔ اب ان اعداد و شمار کی طرف آتے ہیں جو امریکا اور یورپ کے بارے میں ہیں۔ جذباتی جرم کے نتیجے میں تمام قتل ہونے والی خواتین کے تیس فیصد کو ان کے سابقہ شوہر اور بوائے فرینڈ قتل کرتے ہیں۔ اس جرم کو وہ عارضی پاگل پن یعنی Temporary Insanity کہتے ہیں۔ یعنی ایک شخص اپنی محبوبہ کے چھوڑ جانے یا اس کی بے وفائی کی وجہ سے پاگل پن کا شکار ہوا اور اس نے اپنی محبوبہ کو قتل کر دیا اور اب پاگل پن کی سزا موت نہیں بلکہ علاج ہے۔ اس لیے اسے ذہنی امراض کے ہسپتال میں داخل کیا جائے۔

1942ء میں آسکر کے اکیڈمی ایوارڈ نے ڈاکومنٹری فلم پر ایوارڈ دینا شروع کیے۔ میں ساری لسٹ کھنگالتا رہا کہ شاید مجھے کوئی ان موضوعات پر ڈاکومنٹری مل جائے جس میں امریکی یا یورپی معاشرے کے ان کریہہ جرائم کو اچھالا گیا ہو۔

موضوعات کی کوئی کمی نہ تھی۔ اعداد و شمار کا انبار تھا۔ موضوعات تھے کہ ہاتھ باندھے کھڑے تھے کہ کوئی شرمین عبید امریکا یا یورپ کی ان خرابیوں پر فلم بنائے اور ایوارڈ حاصل کرے۔ ہر دومنٹ میں ایک عورت امریکا میں جنسی تشدد کا شکار ہوتی ہے۔ صرف ایک سال 1996 میں تین لاکھ 66 ہزار عورتیں جنسی تشدد کا شکار بنائی گئیں اور آج یہ تعداد بہت بڑھ چکی ہے۔ بارہ لاکھ ساٹھ ہزار بچے جنسی تشدد کا شکار ہوئے جن میں 75 فیصد بچیاں تھیں۔ 28 لاکھ بچے ماں باپ کے تشدد کی وجہ سے ہسپتال پہنچے اور ان میں 25 فیصد موت کی آغوش میں چلے گئے۔ امریکا میں ہر سال جتنے بچے پیدا ہوتے ہیں ان میں آدھے سے زیادہ یعنی 54 فیصد کنواری مائیں جنم دیتی ہیں۔ خاوند چھوڑ کر یہ جا وہ جا اور بچے بیچاری ماں پال رہی ہوتی ہے۔ اپنی تعلیم چھوڑ دیتی ہے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی ان موضوعات پر ڈاکومنٹری بنائے اور پھر وائٹ ہاؤس کے اورنج روم میں چیدہ چیدہ شخصیات کو بلا کر اسے دکھایا جائے اور امریکی صدر دنیا بھر کو امریکا کا یہ مکروہ چہرہ پیش کرے اور پھر آسکر ایوارڈ کی چکا چوند روشنیوں میں اسے ایوارڈ دیا جائے۔ آیئے ایک سچی کہانی میں دیتا ہوں 43 سالہ تھامس منٹگمری خود کو 21 سال کا ظاہر کر کے ایک خاتون جیسی سے انٹرنیٹ پر تعلقات استوار کرتا ہے جو اصل میں 40 سال کی ہے اور اپنی 17 سالہ بیٹی کی تصویریں استعمال کرتی ہے۔ اس دوران جیسی ایک 22 سالہ شخص برائن سے بھی انٹرنیٹ پر تعلق استوار کرتی ہے اور محبت کی تکون وجود میں آتی ہے۔

تھامس اس خاتون کو ڈھونڈتا ہے اور اسے اس جھوٹ فراڈ اور بے وفائی کی سزا میں قتل کر دیتا ہے۔ اسے عارضی پاگل پن کا شکار کہہ کر پاگل خانے میں علاج کے لیے بھجوا دیا جاتا ہے۔ اس طرح کی ہزاروں کہانیاں امریکا اور یورپ میں بکھری ہوئی ہیں لیکن کوئی نہ تو ان پر ڈاکومنٹری بنائے گا اور نہ آسکر اسے ایوارڈ دے گا۔ یہ ذلت و رسوائی اور عالمی بدنامی تو ہمارا مقدر بنائی جاتی ہے۔

اس ذلت کو ہم کئی سالوں سے سہتے چلے آرہے تھے کہ یہ ان لوگوں کا ہمارے ساتھ سلوک ہے۔ لیکن اس دکھ پر کہاں جا کر ماتم کیا جائے جہاں رسوائی کا اہتمام وزیر اعظم ہاؤس میں کیا جائے۔ بھارت دنیا میں جنسی تشدد کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ ایک عورت دلی میں بس میں اس تشدد کا شکار ہوتی ہے۔ بی بی سی اس واقعے کو بنیاد بنا کر پورے بھارت کے بارے ڈاکومنٹری بناتا ہے۔ نریندر مودی اس ڈاکومنٹری پر پابندی لگا دیتا ہے۔ یہ تو غیرت اور اپنی قوم سے محبت کے معاملے ہیں شاید نواز شریف کو یہ سب بھول گئے ہیں۔ یہ تو قومی عزت و ناموس کے معاملے میں۔

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ بہاولپور کے رفیق تنظیم محمد مکرم عباسی کے برادر نسبتی وفات پاگئے۔

☆ بہاولپور کے رفیق تنظیم محمد اشرف کے سسر وفات پاگئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کو مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

ناموسِ رسالت ﷺ اور تحفظِ نسواں بل

حافظ عاکف سعید
امیر تنظیم اسلامی

اس میں کوئی شک نہیں کہ عاشقِ رسولؐ ممتاز قادری نے گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو ذاتی دشمنی نہیں' بلکہ غیرتِ رسالت میں قتل کیا تھا۔ اُس وقت بھی اس طرح کی کئی بحثوں نے سر اُٹھایا تھا اور الحمدللہ تنظیم اسلامی نے اس موقع پر ایک سیمینار منعقد کروایا تھا جس میں ان عنوانات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی تھی کہ مقامِ رسالتؐ کیا ہے' احترامِ رسولؐ کے تقاضے کیا ہیں اور شاتمِ رسولؐ / گستاخِ رسولؐ کی سزا کیا ہے۔ شریعت میں شاتمِ رسول کی سزا واضح ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا اور یہ سزا خود حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر آنحضور ﷺ نے عام معافی کا اعلان کر دیا تھا' لیکن جن لوگوں نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخیاں کی تھیں آپ ﷺ نے ان کے نام لے کر ان کو قتل کروایا۔ ظاہر بات ہے کہ حضور ﷺ نے یہ سب اللہ رب العزت کے اشارے پر کیا اور اُمت کی تعلیم کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ کام حضور ﷺ سے کروایا۔

جہاں تک مقامِ رسالت کی بات ہے تو سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات میں بڑے واضح انداز میں اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲﴾ ''اے اہلِ ایمان! اپنی آواز بھی بلند نہ کرنا نبی (ﷺ) کی آواز پر اور نہ انہیں اس طرح آواز دے کر پکارنا جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو بلند آواز سے پکارتے ہو مبادا تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو''۔

عربوں کا معاملہ یہی تھا کہ ان میں سے بعض زبان کے ذرا اکھڑ تھے اور اس سے گستاخی مقصود نہیں ہوتی تھی' بلکہ یہ ان کے مزاج اور اندازِ گفتگو کا معاملہ تھا تو اس بارے میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کرتے ہوئے تمہیں خصوصی احتیاط کرنی ہوگی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بے سمجھے میں تم سے ذرا سی بے ادبی ہو جائے اور تمہاری سب نیکیاں برباد ہو جائیں۔ تم سمجھ رہے ہو کہ میں نے اسلام کے لیے بڑے کارنامے سرانجام دیے ہیں اور دین کی بہت خدمت کی ہے' لیکن اگر ذرا سی بھی آواز بلند ہوئی تو سب کچھ صاف۔ یہ بہت بڑی وارننگ ہے' جبکہ ہم ہیں کہ محبوب رب العالمین ﷺ کے مقام کو سمجھتے ہی نہیں۔ اس حوالے سے بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے ہاں جو جتنا بڑا دانشور ہے وہ اس سے اتنا ہی دور ہے' لیکن اس دور کے صحیح دانشور علامہ اقبال اس کو بہت عمدگی سے سمجھے ہیں اور پھر انہوں نے لوگوں کو سمجھایا بھی ہے:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

دوسری بات یہ ہے کہ اُمت کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ گستاخِ رسولؐ کو قتل کیا جائے گا اور اگر کوئی شخص گستاخِ رسول کو قتل کر دے تو اس صورت میں تحقیق کی جائے گی کہ واقعی مقتول نے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی یا نہیں۔ اگر تو ثابت ہو جائے کہ ہاں اس نے گستاخی کی تھی تو اب اس کو جواباً قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کا خون ھدر ہے اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مقتول نے توہینِ رسالتؐ کا ارتکاب نہیں کیا تھا تو اب قاتل کو قتل کیا جائے گا۔

سلمان تاثیر کا معاملہ بھی بالکل واضح ہے کہ اس نے توہینِ رسالتؐ کا ارتکاب کیا تھا۔ آسیہ بی بی جس نے خود گستاخی کا اعتراف کیا' گورنر کا اس کے حق میں بیان دینا' اس کی پیٹھ تھپکنا اور پھر ناموسِ رسالتؐ کے قانون کو کالا قانون قرار دینا یہ سب توہینِ رسالتؐ کے زمرے میں آتا ہے۔ لیکن ہماری عدالت نے فیصلہ دیا کہ سلمان تاثیر نے توہینِ رسالتؐ کا ارتکاب نہیں کیا تھا' لہٰذا ممتاز قادری کو جواباً دو بار سزائے موت دی جائے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ جو کچھ اس نے کیا' وہ توہینِ رسالتؐ کے ذیل میں آتا ہے یا نہیں آتا؟ اس کا فیصلہ کس نے کرنا ہے۔ کیا اس کا فیصلہ وہ کریں گے جنہیں مقامِ رسالتؐ کا ہی پتا نہیں ہے۔ اس کے لیے تو علماء کا پینل ہونا چاہیے تھا جو یہ تحقیق کرتا کہ سلمان تاثیر نے جو کیا یہ توہینِ رسالتؐ کے ذیل میں آتا ہے کہ نہیں۔ یہ خالص شرعی مسئلہ تھا اور اس پر علماء کی رائے کو اہمیت دی جانی چاہیے تھی' لیکن یکطرفہ فیصلہ دے کر اس سنگین معاملے میں بہت ظلم کمایا گیا اور اُمتِ مسلمہ (خاص کر پاکستانیوں کی اکثریت) کا دل دکھایا گیا۔ اس کا نتیجہ بھی ساری دنیا نے دیکھا کہ جنازہ میں عوام کا ایک جم غفیر تھا اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ وہاں موجود تھے۔

اس کے ساتھ آپ نے میڈیا کا کردار بھی دیکھ لیا۔ کیا اب بھی ہماری آنکھیں نہیں کھلیں گی کہ یہ میڈیا کس کے ایجنڈے پر چل رہا ہے۔ پیمرا کے سارے قانون بنے ہوئے ہیں کہ یہ چیز بھی غلط ہے' یہ چیز بھی غلط ہے' لیکن ہماری حکومت نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں اور میڈیا کو بے لگام چھوڑا ہوا ہے۔ اوریا مقبول جان نے اسی موضوع پر بہت عمدہ کالم لکھا ہے اور تقابلی انداز میں بتایا ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر میڈیا کتنا طوفان برپا کر دیتا ہے اور اتنے بڑے واقعہ کا کس طرح انہوں نے بائیکاٹ کیا ہے۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ یہ کسی اور کے ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں اور وہ ایجنڈا یقینی طور پر اسلام کے خلاف ہے۔ پھر یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ہمارے ہاں جو بھی برسرِاقتدار طبقہ ہے' اس کا حقیقی اسلام سے ہرگز کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس حوالے سے اصل بات یہ ہے کہ دینی طبقات کو ماننا پڑے گا کہ ہمارے ملک میں حقیقی اسلام نہیں ہے' لہٰذا حقیقی اسلام کے حوالے سے انہیں اقدامات کرنے چاہئیں' ورنہ معاملہ ایسے ہی رہے گا' بلکہ اور آگے بڑھتا جائے گا۔ ہماری دینی جماعتوں کو چاہیے کہ مسالک سے ماوراء ہو کر حقیقی اسلام کے نفاذ کے لیے جدوجہد کریں۔ اگر یہ خلوصِ دل سے اسلام کے نفاذ کے لیے کوششیں کریں تو کوئی بھی ان کے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ لیکن بدقسمتی سے جس سیکولرازم کی پوری دنیا شکار ہے' ہم بھی دنیا پرستی اور دنیوی مفاد میں آگے ہیں اور اسی وجہ سے دھڑے بندیاں اور گروہ بندیاں ہیں۔ الغرض اب یہ تمام دینی جماعتوں کا امتحان ہے کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتی ہیں یا ماضی کی طرح یہ واقعہ بھی چند دنوں میں منظر سے پس منظر میں چلا جائے گا اور لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جائے گا۔

تحفظِ نسواں بل

گزشتہ دنوں پنجاب اسمبلی نے حقوق نسواں کے حوالے سے ایک بل پاس کیا ہے جس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اسلام ہرگز ہماری ترجیح نہیں ہے۔ آج کا جو آزادیٔ نسواں کا تصور ہے (جس کا اس پوری تہذیب کو دجالیت میں بدلنے میں سب سے بڑا کردار ہے) وہ یہ ہے کہ بے حیائی، فحاشی اور عریانی کو عام کیا جائے اور اس میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ مرد اور عورت ہر اعتبار سے برابر ہیں۔ آزادیٔ نسواں کی جو تحریک چلی تھی‘ اصل میں اس کے پیچھے ماسٹر مائنڈ یہود ہیں اور ان کے پروٹوکولز کے اندر یہ ساری باتیں موجود ہیں۔

اللہ رب العزت نے مرد اور عورت اور ان کی نفسیات کو پیدا کیا ہے تو وہی بہتر جانتا ہے کہ ان کے حقوق وفرائض میں توازن کیسے اور کیا ہو گا؟ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر ان کے درمیان توازن ہو گا تو دنیا کے اندر باقی معاملات بھی درست ہوں گے اور اگر یہ توازن بگڑ جائے گا تو ابلیسیت اور دجالیت کے لیے راستہ کھل جائے گا۔ بہرحال مغرب میں آزادیٔ نسواں کی تحریک چلائی گئی جس کے نتیجے میں وہاں کا خاندانی نظام بالکل برباد ہو کر رہ گیا۔ اب وہاں بغیر شادی کے بندھن کے ایک دوسرے کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ اصل میں آزادیٔ نسواں کے نام پر عورتوں کو جو حقوق مل رہے ہیں‘ اس میں سب سے زیادہ عورت ہی پس رہی ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ اس تحریک کے نتیجہ میں اب مغربی معاشرے میں عورت کو مرد کے بالکل برابر قرار دے دیا گیا ہے۔ ویسے تو بہت سے اعتبارات سے اللہ نے مرد اور عورت میں برابری رکھی ہے لیکن ایک معاملے میں ان میں برابری نہیں ہے۔ خاندانی نظام کو مستحکم کرنا ہے تو پھر اس ادارے کا ایک سربراہ ہو گا اور دوسرا اس کے تابع ہو گا۔ یہ اصول دنیا بھر میں مانا جاتا ہے کہ کسی بھی ادارے میں دو برابر کے سربراہ نہیں ہو سکتے‘ لیکن گھر کے ادارے میں اس اصول کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے اور یہاں مرد وعورت دونوں کو برابری کا درجہ دے کر روشن خیالی کا مظہر قرار دیا جاتا ہے۔ یہ ہے المیہ!!

حقوق نسواں کے ضمن میں مغربی معاشروں میں عورت کو جو حقوق دیے جا رہے ہیں‘ درحقیقت یہ عورت کے ساتھ سب سے بڑی ناانصافی ہے۔ لیکن جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے کے مصداق ہم بھی اب اسی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ چنانچہ ہم انگریز کے بنائے ہوئے 1898ء کے قانون کا حوالہ دے رہے ہیں‘ اسی طریقے سے کہا جا رہا ہے کہ اگر وہاں سے کوئی حوالہ نہ ملے تو 1860ء کا پینل کوڈ ہمارے لیے ریفرنس ہے۔ یعنی آزادی کے نام پر ہم دوبارہ غلامی کے دور میں جا رہے ہیں شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ ملک کے اندر یہ ہو رہا ہے اور ہمیں اس کا احساس ہی نہیں ہے۔ پھر 1964ء میں بنائے گئے عائلی قوانین کا حوالہ دیا گیا۔ میں یاد کروا دوں کہ 1964ء میں غلام احمد پرویز نے عائلی قوانین مرتب کیے تھے جس پر تمام مسالک کے علماء نے متفقہ طور پر کہا تھا کہ یہ خلاف اسلام ہیں‘ لیکن وہ آج تک چلے آ رہے ہیں۔ الغرض اسلام کی طرف کوئی پیش رفت نہیں ہے‘ بلکہ اُلٹی پیش رفت ہو رہی ہے۔ اصل میں یہ دیکھنے کی چیز ہے۔ باقی اس بل کے اندر کون سی شقیں اسلام سے متصادم ہیں‘ یہ الگ معاملہ ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم کدھر جا رہے ہیں اور ہم نے کس کو اپنا قبلہ وکعبہ بنایا ہوا ہے۔

عائلی قوانین کے ضمن میں دینی طبقات کی سب سے بڑی غفلت یہ ہے کہ غلام احمد پرویز کے بنائے ہوئے قوانین آج بھی اس ملک میں نافذ ہیں اور دینی طبقات کی جانب سے ان کے خلاف کوئی تحریک نہیں چلائی گئی۔ ہم سے تو اچھے انڈیا کے مسلمان ہیں کہ جنہوں نے اقلیت میں ہونے کے باوجود بھارتی حکومت سے منوا لیا تھا کہ مسلمانوں کے عائلی قوانین میں دخل اندازی نہیں کرو گے۔ 1985ء میں کلکتہ کی ہائی کورٹ نے شاہ بانو کیس میں ایک فیصلہ ایسا دیا جس سے مسلمانوں کے فیملی لاز پر زد پڑتی تھی۔ اس پر وہاں کے مسلمان اکٹھے ہو گئے اور مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے تمام مسلمانوں کو جمع کیا اور کہا کہ آج ایک عدالت نے ہمارے فیملی لاز کے خلاف فیصلہ دیا ہے اور آج اگر ہم اکٹھے نہیں ہوئے تو یہ فیملی لاز ہمارے ہاتھ سے نکل جائیں گے اور پھر ہم صرف مسجدوں میں مسلمان ہوں گے اور اپنے گھروں میں کافر۔ اس صورتِ حال میں تمام مسالک کے لوگ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے اور انہوں نے بہت زور دار تحریک چلائی۔ لاکھوں کے اجتماعات اور مظاہرے ہوئے‘ سینکڑوں شہید بھی ہوئے۔ بہرحال راجیو گاندھی کی حکومت نے گھٹنے ٹیک دیے اور اس نے اسمبلی کے فلور پر کہا کہ میں نے مسلمانوں کے فیملی لاز کا مطالعہ کیا ہے تو میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جو حقوق اسلام نے عورتوں کو دیے ہیں‘ کسی اور مذہب نے نہیں دیے اور پھر اس نے طے کیا کہ اب کوئی بڑی سے بڑی عدالت بھی انڈیا میں مسلمانوں کے عائلی قوانین میں مداخلت نہیں کرے گی۔ تب مسلمانوں نے تحریک ختم کی۔

دوسری طرف ہمارا حال یہ ہے کہ پاکستان میں 96 فیصد مسلمان ہیں اور ہمارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ 1964ء سے غیر اسلامی عائلی قوانین اس ملک میں نافذ ہیں اور سونے پہ سہاگا کے مصداق اب یہ حقوقِ نسواں کا نیا بل آ گیا ہے جسے سارے مکتبہ فکر کے علماء نے متفقہ طور پر غیر اسلامی قرار دیا ہے۔

پنجاب اسمبلی کے حالیہ بل کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مہینہ پہلے ہالینڈ کی ملکہ پاکستان آئی جو اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کی خصوصی سفیر بھی ہے اور عورتوں کی آزادی کی بہت ہی زیادہ قائل ہے اور ہم جنس پرستی کی بھی حمایت کرتی ہے۔ پھر ورلڈ بنک کا صدر بھی اس کے ساتھ آیا تھا اور ان دونوں کے اکٹھے آنے کا مقصد یہ تھا کہ اگر ان روشن خیال خاتون کی سفارشات پر عمل کرو گے تو ورلڈ بنک آپ کو قرضہ دے گا۔ چنانچہ یہ وہ پس منظر ہے جس کے نتیجے میں پنجاب اسمبلی نے بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اسی طریقے سے شرمین عبید چنائے کی جو فلم دکھائی جا رہی ہے اس کو بھی یہاں حکومتی سطح پر بہت پذیرائی دی جا رہی ہے تو یہ سب کا سب مغرب کا ایجنڈا ہے۔

ہم اس بل کی چھوٹی چھوٹی باریکیوں میں پڑنے کے بجائے اصل مسئلے کی طرف آتے ہیں کہ یہاں پر اسلامی نظام نہیں ہے اور اس سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ ہم تو ظاہراً آزاد ہیں‘ لیکن حقیقتاً غلام ہیں۔ لہٰذا اقبال کے شعر پر بات ختم کروں گا:

یہ زائرانِ حریم مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے ناآشنا رہے ہیں!

یعنی ہم بیت اللہ اور حرم نبوی کی زیارت کے لیے جاتے ہیں اور یہ انگلینڈ‘ برطانیہ اور واشنگٹن جاتے ہیں۔ یہ تو ہمیں اس طرف لے جانا چاہتے ہیں اور اگر ہم نے اس راستے پر اپنا سفر جاری رکھا تو یہ پاکستان کے حوالے سے بدترین انجام کا موجب بنے گا۔ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا تھا اور اگر ہم نے اسی طرح اسلام سے غداری جاری رکھی تو پھر ہمارا انجام بد سے بدترین ہو گا۔

اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیں اس ملک میں حقیقی اسلام لانے کی جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

عورت کی تعلیم قرآن وحدیث کی روشنی میں

مولانا محمد خبیب

جس قدر علم حاصل کرنا فرض کے درجے میں ہے اس میں مرد اور عورت دونوں کے برابر ہونے کے دو سبب ہیں۔(1)عورتوں کے مخصوص مسائل و معاملات کے سوا دیگر دینی احکامات میں عورت مرد کی طرح ہے۔(2) آخرت میں جزا وسزا کے اعتبار سے عورت مرد کی طرح ہے۔شرعی اور دینی احکامات میں عورت مرد کی طرح اس لیے ہے کہ اسلام نے عورت پر عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات میں تمام وہ فرائض لازم کیے ہیں جو مرد پر لازم کیے ہیں اور مرد کی طرح عورت کو بھی ان کا مکلف بنایا ہے۔ جیسے عبادات میں نماز، روزہ، زکوٰۃ حج اور نیکی و طاعت، عدل و انصاف، حسن سلوک و احسان، معاملات میں خرید و فروخت، رہن سہن، قرض، امانت، عاریت، اور اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا اور ان کے علاوہ دوسری ذمہ داریاں اور فرائض وغیرہ۔

خواتین کے بعض خصوصی حالات

البتہ بعض خصوصی حالات میں اسلام نے عورت کو بعض فرائض سے مستثنیٰ بھی قرار دیا ہے مثلاً حالات حیض و نفاس میں عورت کو نماز ہمیشہ کے لیے معاف کی گئی ہے اور روزے کو معذوری کے ان حالات میں قضا کا حکم کیا ہے۔یا وہ کام جو عورت کی جسمانی وضع اور نسوانی طبیعت سے جوڑ نہ کھانے کی وجہ سے نا مناسب ہوں۔مثلاً عام حالات میں قتل و قتال ، جہاد میں شریک ہونا، معماری اور لوہار کا کام یا وہ کام جو عورت کی فطری اور پیدائشی ذمہ داریوں سے متعارض ہو جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا، یا کوئی ایسا کام ہو جس کے کرنے سے کوئی خطرناک معاشرتی فساد مرتب ہو۔ مثلاً اس کا کسی ایسے کام یا ملازمت کو اختیار کرنا جہاں مرد وزن میں باہمی اختلاط ہوتا ہو۔لیکن اس کے علاوہ دیگر ذمہ داریوں اور فرائض میں عورت بالکل مساوی ہے۔

رہی یہ بات کہ اخروی جزا وسزا میں عورت مرد کی طرح ہے، یہ کلام الٰہی سے ثابت ہے۔جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

’’پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول کی (اور فرمایا) کہ میں ضائع نہیں کرتا تم میں سے کسی محنت کرنے والے کی محنت کو مرد ہو یا عورت، تم ایک دوسرے کی جنس ہو، تو جو لوگ میرے لیے وطن چھوڑ گئے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے۔ البتہ میں ان سے دور کر دوں گا ان کی برائیاں اور ان کو داخل کر دوں گا ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ یہ اللہ کے یہاں سے بدلہ ہے اور اللہ کے یہاں اچھا بدلہ ہے۔‘‘(آل عمران:195)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

’’اور جو کوئی اچھے کام کرے مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان رکھتا ہو سو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور تل برابر بھی ان کا حق ضائع نہ ہوگا۔‘‘(النساء:124)

سورۃ الاحزاب میں ہے:

’’مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صابر مرد اور صابر عورتیں اور خشوع والے اور خشوع والیاں اور صدقہ کرنے والے اور صدقہ کرنے والیاں اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے اور حفاظت کرنے والیاں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں، ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔‘‘(احزاب:35)

چونکہ عورتوں کے لیے اپنے سے متعلق ضروری احکام کی تعلیم حاصل کرنا اسی طرح لازم ہے جس طرح مردوں کے لیے ضروری احکام کی تعلیم حاصل کرنا لازم ہے، اسی لیے اسلام نے مردوں پر عورتوں کی تعلیم کو ضروری اور واجب قرار دیا ہے۔

جیسا کہ بخاری ومسلم میں ہے:

’’مرد اپنے گھر والوں پر نگران ہے، عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر نگران ہے، تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔‘‘

طبرانی میں ہے:

’’اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھلاؤ، نبی کریم ﷺ کی محبت، اور ان کے اہل بیت کی محبت، اور قرآن کریم کی تلاوت۔‘‘

محض نان ونفقہ دینے سے مکمل حق ادا نہیں ہوتا

اس سے معلوم ہوا کہ مرد اپنے خاندان میں اپنے متعلقین پر حاکم ہے، قیامت کے دن اس سے پوچھا جائے گا کہ محکومین کا کیا حق ادا کیا، محض نان ونفقہ ہی سے حق ادا نہیں ہوتا کیونکہ یہ کھانا پینا تو دنیا کی زندگی تک ہے، آگے کچھ بھی نہیں، اس لیے صرف اس پر اکتفا کرنے سے حق ادا نہیں ہوتا۔ چنانچہ حق تعالیٰ شانہ نے صاف لفظوں میں ارشاد فرمایا:

’’اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔‘‘(التحریم:6)

یعنی ان کو تعلیم دو، حقوق الٰہی اور حقوق الناس سکھلاؤ اور ان سے سب احکام کی تعمیل بھی کراؤ۔ علامہ آلوسی اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ انسان پر خود بھی فرائض وواجبات کا سیکھنا ضروری اور اپنے اہل وعیال اور ماتحتوں کو فرائض وواجبات کی تعلیم دینا بھی ضروری ہے۔

اولاد کو جہنم سے بچائیں

بعض حضرات نے قوآ انفسکم ’’اپنے آپ کو بچاؤ‘‘ میں اولاد کو بھی داخل کیا ہے۔اس لیے کہ بچہ باپ کا جزء ہوتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو اپنے اہل وعیال سے کہے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ کا اہتمام کرو، مساکین کا خیال رکھو، یتیموں کی دیکھ بھال رکھو، پڑوسیوں کا حق ادا کرو، تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں یکجا کر دے۔

تعلیم وتربیت کی اہمیت

مروی ہے کہ قیامت کے روز سب سے سخت عذاب اس شخص کو دیا جائے گا جو اپنے اہل وعیال کو جاہل رکھے اور حاکم وابن المنذر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیریوں کی کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اچھائیوں کی تعلیم دو اور انہیں آداب سکھاؤ۔(روح المعانی) اس مضمون کو قرآن مجید میں متعدد جگہوں میں بیان کیا گیا ہے۔مثلاً

’’سو قسم ہے آپ کے رب کی ہم ان سے ضرور پرسش کریں گے ان کاموں کی جو کچھ وہ کرتے رہے۔‘‘(الحجر:93,92)

’’اللہ تعالیٰ تم کو حکم کرتا ہے تمہاری اولاد کے حق

میں۔‘‘(النساء:11)

’’اور کھڑے رکھو ان کو، ان سے (کچھ) پوچھنا ہے۔‘‘(الصّفّٰت:24)

عورتوں کی تعلیم کیا ہونی چاہیے

رہی یہ بات کہ عورتوں کی تعلیم کیا ہونی چاہیے اور کیسی ہو؟ تو قرآن کریم نے اس بارے میں صاف کہہ دیا ہے کہ:

’’(اے عورتو!) یاد رکھو سچی باتوں کو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اور دانائی کی باتوں کو۔‘‘ (الاحزاب:34)

یہاں پر آیت اللہ سے مراد قرآنی تعلیم اور حکمت سے مراد سنت کی تعلیم ہے۔یعنی قرآن وسنت میں جو اللہ کے احکام اور دانائی کی باتیں ہیں انہیں سیکھنے سکھانے اور یاد کرنے اور دوسروں کو یاد کرانے کا کام کیا کرو۔یعنی اپنے گھروں میں پردے کے ساتھ تعلیم وتعلم اور عملی مشق کا حکم دیا گیا ہے۔

خاص طور پر قران کریم کی بقیہ سورتوں کی بنسبت سورہ نور میں چونکہ خواتین سے متعلق احکامات، عفت و پردہ وغیرہ قدرے تفصیل سے مذکور ہیں۔اس لیے آنحضرت ﷺ نے سورہ نور کی تعلیم کی خصوصی ترغیب بھی دی ہے کہ

’’اے لوگو! اپنی عورتوں کو سورہ نور کی تعلیم (بطور خاص) دو۔‘‘(رواہ الدیلمی)

طبرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

’’اپنے بچوں کو تین باتیں سکھاؤ۔اپنے نبی کریم ﷺ کی محبت اور ان کے اہل بیت کی محبت اور قرآن کریم کی تلاوت، اس لیے کہ قرآن کریم یاد کرنے والے اللہ کے عرش کے سائے میں انبیاء اور منتخب لوگوں کے ساتھ اس روز ہوں گے جس روز اس کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔‘‘(طبرانی)

تعلیم کے لیے شرعی طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے

البتہ جس علم دین کا حاصل کرنا ضروری ہے، ازروئے قرآن وحدیث اس علم دین کے طریقہ تعلیم کا اختیار کیا جانا اور اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے اور اس علم کو شریعت کے اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔شرعی اصولوں کی خلاف ورزی کر کے یا کرا کے علم حاصل کرنا جائز نہیں ہوگا۔

عورت کے لیے محرم کے بغیر سفر کرنا منع ہے

عورت بالغہ ہو یا مشتہات دونوں کے لیے محرم کے بغیر سفر کرنا جائز نہیں ہے۔خواہ یہ سفر، سفر جہاد ہو یا سفر حج یا سفر علم یا سفر دیگر۔چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت تین دن کا سفر نہ کرے، یا حج نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا شوہر ہو۔‘‘(دار قطعنی)

’’حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ حدیث بیان فرماتے ہوئے سنا کہ ہرگز ہرگز کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت (تنہائی) نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو اور عورت سفر نہ کرے مگر محرم کے ساتھ۔پس ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا کہ میری بیوی حج کے ارادے سے نکلی ہے اور میں نے فلاں فلاں غزوے میں شرکت کے لیے نام لکھوایا ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ جائے اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرے۔‘‘(رواہ البخاری ومسلم)

’’اس لیے کہ عورت کے ساتھ غیر مرد کے ملنے سے فتنہ کا ڈر ہوتا ہے۔اسی لیے اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت وتنہائی کرنا حرام ہے، اگرچہ اس کے ساتھ دوسری عورتیں ہوں، اور اس لیے کہ اکیلی عورت سوار ہونے اور اترنے پر قدرت نہیں رکھتی۔‘‘(دیلمی)

نیز فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

’’نابالغہ لڑکی جب مشتہاۃ ہو تو وہ محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔‘‘

یعنی نابالغہ مشتہاۃ لڑکی (جس کو دیکھ کر مرد کے دل میں رغبت پیدا ہوتی ہے) کے لیے مسافت محرم کے بغیر طے کرنا ناجائز اور گناہ ہے، جیسا کہ دوسری جگہ پر ہے۔

’’اور عورت محرم کے بغیر تین دن یا اس سے زیادہ مدت کے لیے سفر نہ کرے۔‘‘(قاضی خان)

گھر اور مدرسہ کے درمیان مسافت کا حکم

اگر گھر اور مدرسہ یا دارالاقامہ کے درمیان مسافت 48 میل یا اس سے زیادہ ہے تو اس صورت میں بالغہ اور مشتہاۃ کے لیے محرم کے بغیر مدرسہ میں جانا مدرسہ سے گھر آنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے اور اگر مسافت سفر 48 میل سے کم ہے یا 16 میل کی مسافت ہے، خروج میں فتنے کا خوف نہیں ہے تو ان دونوں صورتوں میں محرم کے بغیر آنا جانا مکروہ ہے (اگر شدید ضرورت ہو تو نکلیں ورنہ نہ نکلیں) اور اگر فتنے کا خوف ہے تو ناجائز اور حرام ہے۔جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے۔

’’سفر کی مسافت تین دن تین رات ہے، پس عورت کے لیے تین دن رات سے کم مسافت میں محرم کے بغیر شدید ضرورت کے لیے نکلنا جائز ہے۔امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ عورت کے لیے ایک دن کے سفر کے لیے اکیلی نکلنا مکروہ تحریمی ہے۔اس پر فتویٰ دینا فساد زمانہ کی وجہ سے مناسب ہے۔بخاری ومسلم کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ ’’حلال نہیں ہے اس عورت کے لیے جس کو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان ہے کہ ایک دن ایک رات کا سفر محرم کے بغیر کرے اور مسلم کے الفاظ میں صرف ایک رات اور صرف دن کا ذکر ہے۔‘‘(فتاویٰ شامی)

اگر مسافت 16 میل سے کم ہو

اور اگر مدرسہ اور گھر کی درمیانی مسافت ایک دن یعنی 16 میل سے کم ہو تو بشرط عدم فتنہ بالغہ اور مشتہاۃ لڑکی کو باپردہ ہو کر محرم کے بغیر دینی تعلیم کے لیے مدرسہ میں جانا بلا کراہت جائز ہوگا ورنہ محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہوگا اور محرم کے بغیر گھر کے باہر جانا جائز نہ ہوگا۔جیسا کہ فتاویٰ شامی کی مذکورہ عبارت سے واضح ہے۔آج کل چونکہ تجربے اور مشاہدے سے ظاہر ہے کہ نہ صرف فتنہ کا غلبہ ہے بلکہ فتنے کا وقوع ظاہر ہے تو ایسے حالات میں مذکورہ روایت کی بنا پر بالغ اور مشتہاۃ لڑکیوں کا تعلیم گاہوں میں محرم کے بغیر آنا جانا درست نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ سابقہ زمانے میں عام طور سے طالبات کے تعلیمی اسفار میں ان کی منفی حیثیت وضرورت کا پورا خیال رکھا جاتا تھا اور ان کی راحت وحفاظت کا پورا اہتمام ہوتا تھا۔خاندان اور رشتہ داران کے ساتھ ہوتے تھے۔

محرم کے ساتھ جا کر تعلیم حاصل کرنے کی مثالیں

امام سہمی نے تاریخ جرجان میں فاطمہ بنت ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن طلقی جرجانی کے حال میں لکھا ہے کہ میں نے فاطمہ کو اس زمانے میں دیکھا ہے کہ جب ان کے والدین انہیں اٹھا کر امام ابواحمد بن عدی جرجانی کی خدمت میں لے جاتے تھے اور وہ ان سے حدیث کا سماع کرتی تھیں۔(تاریخ جرجان)

یعنی لڑکی کے والد خود ساتھ ہوتے اور شیخ کے پاس لے جاتے اور واپس لاتے۔فاطمہ بنت محمد علی الخمیہ اندلس کے مشہور محدث ابومحمد باجی اسبیلی کی بہن تھیں۔انہوں نے اپنے بھائی جاجی کے ساتھ رہ کر طالب علمی کی اور دونوں نے ایک ساتھ بعض شیوخ واساتذہ سے حدیث کی روایت کی اور اجازت لی۔(بغیۃ الملتمس)

ان دونوں تاریخی حوالوں سے یہ معلوم ہوا کہ بالغہ عورت محرم کے ساتھ باپردہ مدرسہ میں حدیث وفقہ کی تعلیم کے لیے جا سکتی ہے اور پردے کے ساتھ تعلیم حاصل کر سکتی ہے ہاں بغیر محرم کے بالغ اور مشتہاۃ لڑکیوں کا اکیلے آنا

جانا جائز نہ ہوگا۔ اگر مدرسہ میں پڑھانے والے حضرات استانیاں اور معلمات ہیں پھر تو اچھی بات ہے اور اس میں کسی اعتراض کی بات نہیں ہے جیسا کہ سابقہ زمانے میں بھی معلمات حدیث کا درس دیتی تھیں۔

غیر محرم استاد سے تعلیم حاصل کرنے کا طریقہ

مذکورہ بالا حوالوں سے معلوم ہوا ہے کہ پردے کی رعایت کر کے عورت مردوں کو اور مرد عورتوں کو پڑھا سکتے ہیں۔ (تعلیمی ضرورت کے لیے) اور اگر اساتذہ، عورتیں نہیں بلکہ نامحرم مرد ہیں تو اس میں یہ ضرور ہو کہ اساتذہ اور طالبات کے درمیان مکمل پردے کا انتظام ہو اور طلبہ و طالبات کی جدا جدا نشستیں ہوں اور غیر محرم مرد وزن کا قطعاً کسی قسم کا اختلاط نہ ہو اور مدرسہ بھی ایسا ہو کہ اس میں فتنہ وغیرہ کا ڈر وخوف قطعاً نہ ہو۔ اگر ایسا ہوگا تو پھر اس طرح تعلیم کی اجازت نہ ہوگی۔

''آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے حق میں زیادہ صفائی کی بات ہے۔ بے شک اللہ کو سب کچھ خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں اور آپ کہہ دیجیے ایمان والیوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ ہونے دیں، مگر ہاں جو اس میں سے کھلا رہتا ہے اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں مگر ہاں اپنے شوہر اور اپنے باپ پر۔'' (النور: 31,30)

اس آیت کی نص بتا رہی ہے کہ بالغ مرد کا عورت کو دیکھنا اور بالغ عورت کا مرد کو دیکھنا ناجائز اور حرام ہے۔ اور آیت کے مدلول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ مرد وزن کے ایسے اختلاط کی ممانعت کی گئی ہے اور اسے حرام کیا گیا ہے جس میں پردہ کا انتظام نہ ہوگا۔ نگاہوں کی حفاظت نہ ہو، ورنہ اگر مرد وزن ایک جگہ اکٹھے ہوں تو وہاں نگاہ نیچی رکھنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مرد وزن کا اختلاط بلا حائل سے منع کیا گیا ہے۔ غیر محرم سے تعلیم حاصل کرنے کی صورت میں پردہ فرض اور ضروری ہونے پر آیات قرآنی اور احادیث رسول وافر مقدار میں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے:

''اور جب مانگنے جاؤ بیبیوں سے کچھ کام کی چیز تو پردہ کے باہر سے مانگ لو، اس میں خوب ستھرائی ہے تمہارے دل اور ان کے دل کو۔'' (الاحزاب: 53)

لفظ سوال عام ہے

اس آیت میں سوال کا لفظ عام ہے۔ اس سے مراد عام تعلیم کا سوال ہو یا دینی مسائل کا سوال، یا دنیوی امور کے سوالات سب چیزوں کے لیے گفتگو پردے کے ساتھ ہونا واجب اور ضروری ہے۔ امام ترمذی رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت وتنہائی اختیار نہیں کرتا مگر یہ کہ شیطان ان کے ساتھ ان کا تیسرا (ساتھی) ہوتا ہے۔'' (ترمذی)

بخاری ومسلم میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

''تم عورتوں کے پاس جانے سے بچو، تو ایک صاحب نے عرض کیا اے اللہ کے رسول جیٹھ و دیور (شوہر کی طرف سے عورت کے رشتہ دار) کا کیا حکم ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا دیور تو موت (کی طرح نقصان دہ) ہے۔''

بخاری ومسلم میں ہے:

''تم میں سے کوئی شخص بھی کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں یکجا نہ ہو، سوائے اس رشتہ دار کے جو محرم (جس سے نکاح حرام) ہو۔''

بے پردہ تعلیم حاصل کرنے کی گنجائش نہیں

مذکورہ آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ مرد اساتذہ کے لیے نامحرم عورتوں سے کسی قسم کے اختلاط اور خلوت کو منع کیا گیا ہے اور اگر کبھی ان کو تعلیم وتبلیغ کی ضرورت پڑے تو پردے کا انتظام ضروری ہے (پردے کے ساتھ جائز ہے)۔

عہد رسالت میں خواتین کی تعلیم کا اہتمام

جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں یہ آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ عورتوں کے لیے کچھ دن مخصوص فرمایا کرتے تھے اور ان میں ان کو وہ باتیں سکھلایا کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بتلائی تھیں اور آپ ﷺ نے یہ اس لیے کیا تھا کہ ایک مرتبہ ایک عورت آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ مرد تو آپ کی احادیث سن لیتے ہیں۔ آپ ﷺ ہمارے لیے بھی ایک دن مقرر فرما دیجیے جس میں ہم آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا کریں اور آپ ﷺ ہمیں وہ باتیں سکھایا کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلائی ہیں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''فلاں فلاں دن اکٹھی ہو جایا کرو۔''

چنانچہ وہ عورتیں حاضر ہو گئیں اور رسول اکرم ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے اللہ کی تعلیم کردہ باتیں ان کو سکھلائیں اور دین کی باتیں بتلادیں۔

اہم اعلان

بسلسلہ **کلیۃ القرآن لاہور** (قرآن کالج)

درس نظامی (8 سالہ کورس) کے درجہ اولیٰ میں داخلے کے خواہشمند طلبہ اور ان کے والدین نوٹ فرمالیں کہ بعض انتظامی اور درسی وجوہ کے پیش نظر کلیۃ القرآن میں نئے داخلوں کی پالیسی میں اہم تبدیلیوں کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس فیصلے کے مطابق اس سال سے:

1 صرف میٹرک پاس طلبہ کو داخلہ دیا جائے گا۔
2 داخلے رمضان المبارک کی 15 تاریخ تا شوال کی 5 تاریخ جاری رہیں گے۔
3 داخلے کا امتحان (ایڈمیشن ٹیسٹ) 9 جولائی 2016ء کو صبح دس بجے ہوگا۔
4 داخلہ ٹیسٹ میں کامیاب طلبہ 11 جولائی سے باقاعدہ کلاسز کا آغاز کریں گے۔
5 مفت رہائش، کھانے اور مفت تعلیم کی سہولت صرف مستحق اور ذہین طلبہ کو دی جائے گی۔
6 درس نظامی کے طلبہ کے لیے ایف اے، بی اے اور ایم اے کی ریگولر کلاسز کا انتظام بھی ہے۔

المعلن: پرنسپل کلیۃ القرآن، اتاترک بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور

رابطہ: 0301-4882395 042-35833637

روشن خیال تہذیب کا نقطۂ کمال

عبداللہ بھٹی

مصورِ پاکستان علامہ محمد اقبالؒ نے آج سے برسوں پہلے قوم کو آگاہ فرما دیا تھا کہ

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف!

لیکن آج کے نام نہاد دانشور اور حکمران دانش و حکمت کے ان سنہری اسباق کو بھول کر محض مغرب کی نقالی کو روشن خیالی سمجھ بیٹھے ہیں اور اس زعم میں ملک، معاشرے اور قوم کو جس طرف لے جا رہے ہیں، اس کے انجام بد سے بھی یکسر غافل ہیں جبکہ دوسری طرف خود مغرب کی روح اس نام نہاد ''روشن خیال'' مدنیت کی بدولت آج کس قدر مضطرب، بے چین و بے قرار ہے۔ زیر نظر مضمون میں شامل یورپ کے شب و روز کی ایک معمولی سی جھلک سے اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

ہم شرمندگی اور بے بسی کے دریا میں غرق تھے کہ اچانک میزبان دروازہ کھول کر اندر آ گیا اور آتے ہی کہا بیٹا! پولیس کو فون کر کے فوری بلاؤ، وہ پاگل سائیکو بوڑھی میوزک بند کرنے کو بالکل بھی تیار نہیں ہے۔ میزبان کا چہرہ غصے کی آگ سے تپ رہا تھا۔ وہ بار بار کہہ رہا تھا کہ اِس گوری بوڑھی نے ہماری زندگی جہنم بنا رکھی ہے، ہم کئی بار پولیس کو رپورٹ بھی کرا چکے ہیں، کئی بار ہماری لڑائی بھی ہو چکی ہے، ہم کئی دفعہ اس کی منتیں بھی کر چکے ہیں، سوری بھی کر چکے ہیں لیکن یہ کسی بھی طرح باز نہیں آتی۔ اس کا جب، جس وقت دل کرتا ہے یہ آواز بلند میوزک لگا لیتی ہے اور خود اچھل کود بھی کرتی ہے جسے یہ ڈانس کا نام دیتی ہے۔ یہ کئی بار پولیس سے وعدہ کر چکی ہے کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کرے گی لیکن جب کبھی بھی اس کو ڈپریشن یا تنہائی کا دورہ پڑتا ہے یہ عجیب و غریب حرکتیں کرتی ہے۔ ہم اس کے بڑھاپے اور خدا خوفی کی وجہ سے بہت زیادہ درگزر کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس کو ہم پر بالکل بھی ترس نہیں آتا۔ اس کا جب دل کرتا ہے ہماری زندگی اجیرن کر دیتی ہے۔ انہی باتوں کے دوران پولیس آ گئی تو میں بھی میزبان کے ساتھ گوری کے گھر میں چلا گیا۔ وہاں میں نے دیکھا 70 سال سے زیادہ عمر کی، پتلی اور کمزور، بوڑھی گوری جس کے چہرے پر کریلے کے خول جیسی جھریوں کا جال بچھا ہوا تھا، اُس کی آنکھوں کے حلقے اُس کے پرانے ڈپریشن کا اظہار کر رہے تھے۔ پولیس نے آتے ہی میوزک بند کیا اور بوڑھی گوری سے بات چیت شروع کر دی۔ پولیس کی بات چیت سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ پہلے بھی کئی بار اس گوری سے بات کر چکی ہے، گوری بار بار ایک ہی فقرہ دہرائے جا رہی تھی I want Listener۔ مجھے کوئی ایسا انسان چاہیے جو میری بات سنے، وہ بار بار اپنی بیٹی کو یاد کر رہی تھی۔ پھر گوری نے رونا شروع کر دیا کہ سب مجھے چھوڑ گئے ہیں، کوئی میرے پاس نہیں ہے، میں کس سے باتیں کروں، مجھے کوئی ساتھی چاہیے جو میری باتیں سنے، جو میرا درد سنے، جو میری تنہائی کا ساتھی ہو۔ پولیس نے جب اولڈ ہاؤس لے جانے کی دھمکی دی تو گوری ڈر گئی۔ اب اُس نے پھر وعدہ کیا کہ آئندہ وہ آواز بلند میوزک نہیں سنے گی۔ وہاں پر پولیس اور بعد میں میزبان کی باتوں سے جو حقیقت سامنے آئی وہ یہ تھی کہ اس گوری کا میاں جوانی میں ہی اسے چھوڑ کر کسی اور کے پاس چلا گیا۔ اِس کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹا بھی جوان ہوتے ہی گھونسلا چھوڑ کر پرواز کر گیا۔ رہ گئی بیٹی جس کے ساتھ اس گوری کی بہت زیادہ انسیت تھی، جب وہ بلوغت کو پہنچی تو اُس نے بھی راہِ فرار اختیار کی۔ بچوں کے جانے کے بعد گوری نے کُتا پال لیا جس سے اِس نے اپنی تنہائی کا علاج کرنا چاہا لیکن پچھلے سال کتا بھی داغِ مفارقت دے گیا تو اُس دن سے یہ شدید تنہائی اور ڈپریشن کا شکار ہے۔ تنہائی کا زہر ہڈیوں تک اُتر گیا ہے۔ اب تنہائی کے زہر نے ڈپریشن کی شکل اختیار کر لی ہے۔ ڈپریشن اور تنہائی جب حد سے بڑھ جاتے ہیں تو یہ نیم پاگل ہو کر مختلف سہارے ڈھونڈتی ہے اور پھر میوزک اور دوسری اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتی ہے۔ اِس میوزک اور شور میں یہ اپنی بیٹی اور بیٹے کو یاد کرتی ہے، انہیں واپس بلاتی ہے لیکن یہاں پر بچوں اور والدین کے درمیان وہ رشتہ بنتا ہی نہیں جس کے سہارے اولاد بڑھاپے میں والدین کو سنبھالتی ہے۔ بوڑھے گورے پھر یا تو اولڈ ہاؤسسز میں زندگی کے دن پورے کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں یا پھر خصوصی اجازت لے کر اِس طرح گھروں میں رہتے ہیں۔ یہاں پر ڈاکٹر اور نرس آ کر اِن کا معائنہ کرتے ہیں۔ ایسے بوڑھوں کو خصوصی آلے دیئے جاتے ہیں جن کے الارم قریبی ہسپتال میں ہوتے ہیں تاکہ ضرورت پڑنے پر فوری طور پر ڈاکٹر یا نرس اِن کو دیکھ سکے۔ تکلیف دہ بات یہ ہوتی ہے کہ یہ بوڑھے دن رات ڈاکٹروں کی نگرانی میں ہوتے ہیں۔ اِن کو روزمرہ ضروریات کے لیے گورنمنٹ کی طرف سے الاؤنس دیئے جاتے ہیں، ان کی ضرورت کا ریاست پوری طرح خیال رکھتی ہے لیکن پھر بھی اِن کے دن رات نہیں گزرتے، اِن میں سے اکثر تنہائی اور بڑھاپے سے تنگ آ کر خودکشی کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں کے والدین اور بچوں میں اتنا زیادہ فاصلہ پیدا ہو چکا ہے کہ ایک ہی شہر میں رہنے کے باوجود یہ کئی کئی سال ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔ یہاں والدین کا اپنے بچوں سے صرف ٹیلی فون اور کارڈ کا ہی رشتہ یا رابطہ ہوتا ہے۔ یہاں کے بچے بہت مشینی ہو گئے ہیں، یہ اگلے پانچ یا دس سال کے اکٹھے پیسے یکمشت کسی کوریئر سروس کو جمع کروا دیتے ہیں، اُس کوریئر سروس کا بس یہ کام ہوتا ہے کہ یہ خاص مواقع یا دن پر بچوں کی طرف سے کارڈ یا پھول والدین کو پہنچا دیتے ہیں۔ یعنی کوریئر سروس کو پیسے دینے کے بعد بچے خاص دن کا بھی خیال نہیں کرتے۔ ایسے بوڑھے والدین یا تو میوزک سنتے ہیں یا پھر بالکونیوں میں بیٹھ کر آنے جانے والوں کو دیکھتے ہیں، آنے جانے والوں سے مسکراہٹوں کا یا ایک آدھ فقرے کا تبادلہ ہی ان کی زندگی اور بیرونی دنیا سے رابطے کا ذریعہ رہ جاتا ہے۔ اگر کبھی بھول کر کسی ادارے یا کمپنی کا یا رانگ فون آ جائے تو جھپٹ کر فون اٹھاتے ہیں اور لمبی باتیں کرنا چاہتے ہیں یا بازار سے بولنے والے کھلونے لے آتے ہیں۔ ان کو چلا کر ان سے باتیں کرتے ہیں، اپنی تنہائی کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ گوری بوڑھی ماں

کا المیہ اندر تک اُدھیڑ گیا۔ میں پریشان تھا کہ نوجوان نسل اپنے والدین کو کیوں چھوڑ کر بھاگ جاتی ہے اور پھر ایک دن اللہ تعالیٰ نے میرا مسئلہ بھی حل کر دیا۔ لندن میں ایک شام مجھے ایک 40 سالہ گوری ملی جس کو ریکی اور پامسٹری سے بہت شغف تھا۔ اسی بہانے جب بات چیت بڑھی تو میں نے اُس سے برطانیہ کی اس تلخ حقیقت کے بارے میں پوچھا تو اُس نے سگریٹ کا لمبا کش لگایا اور قہقہہ لگا کر بولی ''سر یہاں پر والدین اور اولاد کا رشتہ استوار ہی نہیں ہوا۔ یہاں جب ہمارے والدین جوان ہوتے ہیں تو وہ اپنی جوانی کے نشے میں اس طرح دُھت ہوتے ہیں کہ انہیں اپنی اولاد کا پتہ ہی نہیں ہوتا۔ یہاں جب بچہ ہوش سنبھالتا ہے تو ماں کئی خاوند بدل چکی ہوتی ہے۔ بہت سارے بچے تو اب بغیر شادی کے ہوتے ہیں، یہاں پر والدین ویک اینڈ پر شراب خانوں اور کلبوں میں وقت گزارتے ہیں، یہاں والدین سے ہاتھ ملانے کے لیے مہینوں انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اکثر والدین سے گفتگو کرنے کے لیے سیکریٹری سے اجازت لینا پڑتی ہے۔ یہاں پر بچپن اور لڑکپن والدین کے ہوتے ہوئے بھی یتیموں کی طرح گزرتا ہے۔ والدین جب جوانی سے ادھیڑ عمری میں داخل ہوتے ہیں تو ان کے جسموں میں ابھی زندگی کی تھوڑی بہت حرارت باقی ہوتی ہے وہ اپنی اسی حرارت اور لذت میں مدہوش ہوتے ہیں۔ جب بچے پرندوں کی طرح پرواز کر جاتے ہیں اور والدین کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ بچے گھونسلا چھوڑ گئے ہیں۔ نہ ہمارے والدین نے ہمیں روکنے کی کوشش کی اور نہ ہی ہم نے رکنے کی کوشش کی۔ بچپن میں ہمیں اِن کی بہت ضرورت تھی انہوں نے خیال نہیں کیا اور آج جب انہیں ہماری ضرورت ہے تو ہم بھی اُسی تہذیب، کلچر اور زندگی میں غرق ہیں جس میں کل ہمارے والدین تھے۔ جس طرح کل وہ ہمیں چیک اور گفٹ بھیجا کرتے تھے اسی طرح آج ہم اُن کو چیک، کارڈ اور گفٹ بھیج دیتے ہیں۔ ہمارے درمیان اولاد اور والدین کا رشتہ یہی ہے، جو کل وہ نبھا رہے تھے اور آج ہم نبھا رہے ہیں''۔ اور پھر میں پاکستان آ گیا اور آتے ہی ماں کے دربار میں پیش ہو گیا۔ میری ماں کے چہرے پر محبت، معصومیت اور ممتا کے پھول کھلے ہوئے تھے جن کی مہک سے میری روح کو تسکین حاصل ہوئی۔

☆☆☆

ناموسِ رسالتؐ کے جانثار ہم سب کے ہیرو

ڈاکٹر ضمیر اختر خان

ناموس رسالتؐ کے تحفظ اور محبت رسولؐ پر قربان ہونے والے شہید ممتاز قادری سب کے ہیرو ہیں۔ کہنے کو ان کا مسلکی تعلق بریلوی مکتبہ فکر سے تھا مگر کام وہ ایسا کر گئے کہ سب ان کو اپنا سمجھتے ہیں۔ مسلک دیوبند سے تعلق رکھنے والے ہوں یا مسلک اہل حدیث سے، جماعت اسلامی کے رہنما ہوں یا اہل تصوف کے اکابرین سب نے ان کے جنازے میں شرکت کر کے ثابت کر دیا کہ حُبّ رسول ﷺ سب ہی کا مشترکہ سرمایہ ہے۔ ممتاز قادری نے جام شہادت نوش کر کے حق و باطل اور خیر و شر کے علمبرداروں کو علیحدہ کر کے دکھا دیا۔ ایک طرف ان کے جنازے میں شریک جم غفیر یہ گواہی دے رہا تھا کہ مملکت خداداد پاکستان جو بقول قائداعظم محمد علی جناح ''رسول اللہ ﷺ کے روحانی فیض کے سبب وجود میں آیا تھا'' کی بقا اور استحکام بھی حُبّ رسولؐ کے عملی تقاضے پورے کرنے پر منحصر ہے تو دوسری طرف اہل ایمان میں تفرقہ ڈالنے والوں کو بھی پیغام مل گیا کہ جب معاملہ شان رسالتؐ اور ناموس مصطفیٰؐ کے تحفظ کا ہو تو بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث اور جماعت اسلامی سب تقسیمیں ختم ہو جاتی ہیں اور نبی ﷺ کے جھنڈے تلے سب ایک ہو جاتے ہیں، اس لیے کہ یہ سب گلشن مصطفی ﷺ کے گلہائے رنگارنگ ہیں۔

قادری شہید نے آزاد میڈیا کو بھی بے نقاب کر دیا جو دن رات آزادی کے راگ الاپتا ہے مگر عدل کے دوہرے معیار پر مکمل خاموش رہتا ہے۔ یہ کیسی آزادی ہے کہ عجلت میں انصاف کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر ایک محبّ رسول کو پھانسی دی جاتی ہے اور میڈیا خبر نشر کرنے سے بھی گریز کرتا ہے۔ اگر واقعی یہ کسی جرم کی سزا تھی تو اس کا کھلے عام اعلان ہونا چاہیے تھا۔ جس طریقے سے قادری شہید کو تختۂ دار پر لٹکایا گیا اس سے تو یہ تاثر ملتا ہے کہ یہ انتہائی غلط کام تھا جس کو اتنی رازداری سے کیا گیا۔ سزا سنانے والے اور سزا پر عمل درآمد کرانے والوں کو یقین ہے کہ یہ صحیح نہیں ہوا تب ہی تو چپکے سے اور جلدی سے سزا دے دی گئی۔ قادری شہید نے کفر کے ایوانوں میں کھلبلی مچا دی کہ اب تک کی ان کی محنت جو بریلوی دیوبندی کی تقسیم کے حوالے سے وہ کر رہے تھے، وہ خاک میں مل گئی ہے۔ کفر کے عالمی سرغنوں نے یہ پروپیگنڈا کیا تھا کہ دیوبندی شدت پسند ہیں جبکہ بریلوی معتدل ہیں۔ قادری شہید نے اس بے بنیاد تقسیم کو اپنے لہو سے مٹا دیا اور لیاقت باغ راولپنڈی اور اسلام آباد کی سڑکوں پر تمام مسالک کے پیروکاروں کا تاحد نظر پھیلا ہوا ہجوم شمع رسالتؐ پر نثار ہونے والے اس پروانے کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے یہ پیغام دے رہا تھا کہ جب معاملہ حضور ﷺ کا ہو تو تمام کفریہ طاقتیں جان لیں کہ ہم سب ایک ہیں۔

قادری شہید نے قائد اعظم کی مسلم لیگ کے وارث ہونے کے دعویداروں کے اصل چہرے بھی کھول کر ملت اسلامیہ پاکستان کے سامنے رکھ دیے ہیں کہ وہ خود ملاحظہ کریں کہ جس قائد نے غازی علم دین شہید کے کیس کی پیروی کی تھی اور آخری وقت تک اس دور کی غیر ملکی عدالت میں مقدمہ لڑا یہ اور بات ہے کہ غاصب عدالت سے انصاف نہ مل سکا، اسی قائد کے نام لیوا اپنی ہی عدالت کے ذریعے ایک محبّ رسول غازی ممتاز کو سزا دے کر ایک طرف قائد سے بے وفائی کے مرتکب ہوئے ہیں تو دوسری طرف روز قیامت اللہ تعالیٰ کی عدالت میں نبی ﷺ کے سامنے بھی رسوا ہوں گے۔ اس وقت انہیں پتا چلے گا کہ دنیا کے چند روزہ اقتدار کی خاطر انہوں نے کتنی بڑی حماقت کی تھی۔

ممتاز شہید نے اپنی جان تحفظ ناموس رسالت پر نچھاور کر کے ملت اسلامیہ پاکستان پر اتمام حجت قائم کر لی ہے اور امت کو یہ پیغام دیا ہے کہ نام مصطفیٰ کے ساتھ ساتھ نظام مصطفیٰ کو قائم کر کے تحفظ ناموس رسالت کا مستقل اور پائیدار انتظام کرو، ورنہ شیطان کے ایجنٹ اپنی ناپاک حرکتوں سے اہل ایمان کے احساسات مجروح کرتے رہیں گے۔

☆☆☆☆

United Nations or Divided Nations?

By: Syed M. Aslam

In theory striving to establish peace and security by promoting international collaboration vide educational, scientific, and cultural reforms in turn to increase universal respect for justice, the rule of law, and human rights is the primary raison d'etre of the United Nations specialized agency Educational, Scientific and Cultural Organization which is better known by its acronym UNESCO. In practice, however, UNESCO seems to be working on a plan to divide nations by creating lingual acrimony if its recently released 24th Policy Paper Global Education Monitoring Report February 2016 titled "If you don't understand, how can you learn?" is any indication.

The report that singles out a number of countries, including Pakistan, advocates teaching children in a language they understand, that is their mother tongue because "In multiethnic societies, imposing a dominant language through a school system has frequently been a source of grievance linked to wider issues of social and cultural inequality." The report says that, "In many countries, large numbers of children are taught and take tests in languages that they do not speak at home, hindering the early acquisition of critically important reading and writing skills. 'Their parents may lack literacy skills or familiarity with official languages used in school, which can then reinforce gaps in learning opportunities between minority and majority language groups."

With specific reference to us this is what the report says, "In Pakistan, the post-independence government adopted Urdu as the national language and the language of instruction in schools. This became a source of alienation in a country that was home to six major linguistic groups and fifty-eight smaller ones. The failure to recognize Bengali, spoken by the vast majority of the population in East Pakistan, was one of the major sources of conflict within the new country, leading to student riots in 1952. The riots gave birth to the Bengali Language Movement, a precursor to the movement that sought for the secession of East Pakistan and the creation of a new country, Bangladesh."

It is strange that an international agency of such stature as UNESCO sees it fit to blame Pakistan's national language Urdu for causing grievance and thus a barrier to learn. Interestingly, the report remains conveniently silent about the language of the ruling elite in Pakistan, English, which is also the de facto official language of the country. English language has divided Pakistan into two distinct groups – the ruling elites who make up a negligible percentage of Pakistan's population and whose language is English and the 'other' majority whose language is Urdu. The report remains oblivious to the ground realities that Urdu is a language which is understood and spoken, even if not well, by all the ethnic and lingual groups of Pakistan and thus could not cause more grievance than English as medium of instruction in educational institutions simply because English is a totally alien language to Pakistanis.

Secondly, and even more importantly; the researchers, whoever they are, who write the Pakistan segment of the report, seem to be totally blind to the fact that Urdu is the second most vital link to keep the Pakistanis unified. The first and most important thing that could keep Pakistan united
is 'Islam" because Muslims of pre-1947
undivided Indo-Pakistan subcontinent gained

independence not only from the British colonists but also from the Hindu majority on the basis of Islam on August 14, 1947. Thus, the report's claim that teaching Pakistani children in Urdu "became a source of alienation in a country that was home to six major linguistic groups and fifty-eight smaller ones" is unfounded, misguided, deceptive, and aims to create lingual hatred.

The report does not mention English as the most divisive factor in Pakistan. Is it intentional or an over-sight? However, one thing is certain that the half-baked report such as this conveniently remain silent about the developed countries like the U.S. which has many languages including those indigenous to North America; languages that migrants and immigrants brought with them to the U.S., and several languages like creoles which were developed within America itself.

It is estimated that approximately 337 languages are spoken or signed by the population, of which 176 are indigenous to the area while 52 languages formerly spoken in the U.S. are now extinct. Spanish is the second most common language in the country, and is spoken by approximately 35 million people while according to the 2000 US census, people of German ancestry make up the largest single ethnic group in the United States, and the German language ranks fifth. Italian, Polish, and French are also widely spoken in America.

The report also claims that the continued use of Urdu as the language of instruction in government schools, even though it is spoken at home by less than eight percent of the population, has also contributed to political tensions in Pakistan. This is an intentional attempt at distorting the realities because English, a language which is totally alien to large number of Pakistanis, is causing a much greater friction and socio-economic divide in Pakistan than Urdu which is the single biggest lingual factor to keep Pakistan united.

The author is a member of Tanzeem e Islami

امیر حلقہ جنوبی پنجاب کا وکلاء بار ملتان سے خطاب

امیر حلقہ محمد طاہر خاکوانی نے 25 فروری کو وکلاء بار کونسل ملتان میں وکلاء سے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ عدل وانصاف کرنے والے قیامت کے دن نور کے ممبروں پر بیٹھیں گے۔ کسی انسان کو تعلقات، ذاتی پسند ناپسند یا کسی سے مرعوب ہو کر یا کسی کی دشمنی پر عدل کو نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ عدل تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ عدل کی شمع روشن کر کے مظلوم کی بددعا سے بچا جا سکتا ہے۔ فیصلوں میں تاخیری حربے نہیں ہونے چاہییں۔ جب لوگوں کے حقوق غصب ہوتے ہیں تو انتشار اور غم وغصہ پیدا ہوتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ قرآن اللہ کی رسی ہے جس میں ایک جج، وکیل، گواہ سب کے لیے ہدایت موجود ہے۔ سب اس رسی کو مضبوطی سے تھامیں۔ گاندھی نے کہا تھا کہ پاکستان میری لاش پر بنے گا۔ لیکن جب مسلمان متحدہ ہو گئے، انہوں نے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھاما تو اللہ کی مدد آئی اور پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ ملت کا جسد قرآن کی وجہ سے قائم ہے۔ ہم پر برا وقت اس لیے آیا ہے کہ ہم نے قرآن کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اس موقع پر صدر ڈسٹرکٹ بار کونسل عظیم الحق پیرزادہ نے اپنے خطاب میں کہا کہ ان شاء اللہ بار کونسل میں اسی طرح دینی پروگرام ہوتے رہیں گے۔

(مرتب: شوکت حسین انصاری)

حلقہ لاہور شرقی کے تحت ذمہ داران تربیتی اجتماع

حلقہ لاہور شرقی کے تحت ذمہ داران تربیتی اجتماع 28 فروری کو (مسجد النور باغ والی) محمد نگر میں منعقد ہوا۔ جس میں مقامی ذمہ داران کے علاوہ حلقہ کی مکمل ٹیم نے بھی شرکت کی۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ مقامی امیر گڑھی شاہو نور الوریٰ نے سورۃ الفرقان کا آخری رکوع تلاوت کیا اور اس کا ترجمہ بھی بیان کیا۔ امیر حلقہ قرۃ العین نے تمام ذمہ داران کو خوش آمدید کہا، پروگرام کا مقصد بیان کیا اور ساتھ ہی نبی اکرم ﷺ کے ایک فرمان مبارک کی مختصراً تشریح بیان کی۔ اس کے بعد ''اجتماع اُسرہ کیسے کریں'' پر ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی نے باقاعدہ سوال وجواب کے ساتھ گفتگو کی اور نقباء کے بہت سے اشکالات دور کیے۔ وقفہ کے بعد ''ذمہ داران کے اوصاف'' کے موضوع پر حلقہ کے ناظم بیت المال اور ناظم دعوت محمد عظیم نے اپنی گفتگو میں ذمہ داران کو توجہ دلائی کہ ہمارے لیے نمونہ اسوہ رسول ﷺ ہے، اس لیے ہمیں ہر معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کر کے اپنے رفقاء کے لیے نمونہ بننا ہے۔ اس کے بعد رفقاء کے تربیتی اہداف کے موضوع پر ناظم تربیت شکیل احمد نے سب سے پہلے رفیق کی شمولیت سے رجسٹریشن تک کے مراحل کے حوالے سے مذاکرہ کرایا اور اس معاملے میں پائی جانے والی کمزوریوں کی طرف نشاندہی کرائی۔ بعد ازاں مبتدی، ملتزم، مدرس اور نقباء سے تربیتی اہداف پر فرداً فرداً مذاکرہ کرایا گیا۔ نماز ظہر کے بعد ''رپورٹنگ کی اہمیت اور رپورٹ پُر کرنے کا طریقہ'' کے حوالے سے شکیل احمد نے سب سے پہلے رپورٹنگ پر لگائے جانے والے اعتراضات بتائے اور پھر ان اعتراضات کو دور کرنے کے لیے عقلی دلائل پیش کیے۔ آخر میں انہوں نے اُسرہ رپورٹ فارم شروع سے آخر تک پُر کرنے کا طریقہ بتایا۔ اس کے بعد ''انفرادی دعوت میں ذمہ داران کا کردار'' میں جمیل الرحمٰن عباسی نے دعوتی نظام اور اس میں ذمہ داران کی ذمہ داریوں کو واضح کیا۔ آخر میں امیر حلقہ نے تذکیر بالحدیث کرائی، شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور اُن سے اجتماع اُسرہ کو باقاعدگی سے منعقد کرنے کا وعدہ لیتے ہوئے مسنون دعا پر اجتماع کا اختتام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمام منتظمین و شرکاء کی سعی کو قبول فرما کر توشۂ آخرت بنا دے۔

(مرتب: محمد طارق)

Acefyl Cough Syrup
Acefylline + Diphenhydramine
بچوں اور بڑوں کیلئے
Say Goodbye to Cough
Acefyl Cough Offers
Bronchial smooth muscle relaxation
Improved mucociliary clearance
Anti-inflammatory effects
Effective symptom relief from SAR
Negligible gastric irritation
Suitable treatment for patients of all age groups
Superior Nasal Decongestant
Diphenhydramine is the 2nd highest prescribed antihistamine
Provided clinically & statistically significant reductions in all symptoms of SAR, including nasal congestion vs placebo & desloratadine
The superior relief that it offers for treating rhinitis without a separate decongestant should strongly be considered by physicians
Dosage
Infants: (4-12 months) 1/2 teaspoonful 3 times daily
Children: 1/2-1 teaspoonful 3 - 4 times daily
Adults: 1-2 teaspoonful 3 - 4 times daily
Composition 120 ml bottle
Each 5ml contains
Acefylline Piperazine 45 mg
Diphenhydramine HCl 8 mg
Full prescribing information is available on request
NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi-Pakistan
Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com UAN 111-742-762
PHARMA
your Health our Devotion